اصلاح معاشرہ پر ایک عمدہ تحفہ

مطالعۂ معاشرت

ادیبِ شہیر حضرت مولانا

الحاج محمد ادریس رضوی ایم۔ اے

رابطہ

Mohammad. Idris Razavi

Sunni Jama Masjid Patri Pool Kalyan

421306 Maharashtra

ناشر

غوث الوریٰ اکیڈمی

زیرِ اہتمام: الجامعۃ الرضویۃ کلیان تھانہ مہاراشٹر

ISBN 978-93-84180-50-8

☆نام کتاب:..........مطالعۂ معاشرت

☆مصنّف:..........ادیب شہیر حضرت علامہ مولانا الحاج محمد ادریس رضوی (ایم۔اے)

☆صفحات: ۹۶

☆سنہ اشاعت..........جنوری ۲۰۱۵ء مطابق ربیع الاوّل ۱۴۳۶ھ

ISBN 978-93-84180-51-5

تعداد: 1100

قیمت: R.s.50

حسب فرمائش: جناب سید یٰسین علی قادری، پتری پل، کلیان۔ 9833500173

زیر اہتمام: مولانا محمد مسعود رضا قادری، کلیان (مہاراشٹرا)

ملنے کے پتے:

☆سنّی جامع مسجد، پتری پل، کلیان (مہاراشٹر) mob:9869781566

☆مولانا محمد مسعود رضا قادری، جامعہ رضویہ، بیل بازار کلیان۔ 09322329875

☆مولانا محمد کاشف شاد مصباحی، دارالعلوم رضائے مصطفٰے (گل برگہ) 09620372464

☆ڈاکٹر محمد توصیف رضا، رضا کلینک، مدلمن، دربھنگہ۔ 09576829764

☆حافظ وقاری محمد قمر رضا، رضا منزل، مدلمن، دربھنگہ۔ 7275238675

☆مولانا محمد جمال الدین قادری، موضع ڈھیروا، پوسٹ، کالسر، کٹیہار 9869784747

عرضِ ناشر

قارئین کرام! نشر واشاعت بہت ہی مشکل کام ہے لیکن اس کے اثرات دیرپا ہیں اسی شعبہ کی بدولت ہمارے اسلاف واکابرین کے قلمی اثاثے ہم تک پہنچے ہیں، جنہیں پڑھ کر ہم اپنی معلومات میں اضافہ کرتے ہیں اور عوام الناس بھی مستفید ہوتے ہیں، اگر اس سلسلہ کو بند کر دیا جائے تو ہم ماضی کے بہت سارے واقعات واخبار سے محروم ہو جائیں گے۔

انہیں باتوں کے پیش نظر ''غوث الوریٰ اکیڈمی کلیان،، وجود میں آئی اور منصوبہ تیار ہوا کہ اس ادارہ کے سے نشر واشاعت کا کام لیا جائے۔ بفضلہ مولیٰ تعالیٰ بڑی حد تک اپنے منصوبہ میں کامیاب ہیں۔ اس سے قبل ہم اس ادارہ سے بہت سی کتابوں، رسائلوں اور پمفلٹ (PamPhlet) کے علاوہ کئی اہم شخصیات کی تصانیف بھی شائع کر چکے ہیں، جن میں مولانا محمد ادریس رضوی سرفہرست ہیں، ہم نے ان کی تصانیف ''نغماتِ بخشش۔ وسیلۂ بخشش۔ سبیلِ بخشش۔ کنز الایمان اور امام احمد رضا۔ امام احمد رضا کے مبلغین۔ گلستانِ رضا۔ حرم سے حرم تک۔ عالمی برادری کا وحشت ناک معاشرہ۔ رسول اللہ ﷺ کی ماں۔ کتابوں کے صُوری ومعنوی اثرات۔ آئینۂ کربلا کویز۔ نقوشِ امین شریعت۔ سہ ماہی مجلّہ المختار کلیان۔ امام علم وفن نمبر قابل ذکر ہیں۔

اس سلسلے کو بڑھاتے ہوئے ہم ادیب شہیر حضرت علامہ محمد ادریس رضوی صاحب قبلہ کی تصنیف ''مطالعۂ معاشرت'' شائع کر رہے ہیں، امید قوی ہے کہ یہ کتاب آپ کو پسند آئے گی۔

غوث الوریٰ اکیڈمی نیز الجامعۃ الرضویہ بیل بازار رمدرسہ اسلامیہ یتیم خانہ والدھونی کلیان جن میں قوم وملت کے دوسو نونہالوں کی آبیاری اور انہیں تعلیم وتربیت سے آراستہ وپیراستہ کا پورا نظم ہے۔ نشر واشاعت اور تعلیم وتربیت صرف آپ کے مالی تعاون پر منحصر ہے۔ لہذا! زیادہ سے زیادہ مالی اعانت فرما کر دنیا میں فلاح اور آخرت میں اجر عظیم کے مستحق ہوں۔

محمد جہانگیر اشرف رضوی
9323737659

صناعِ محرر: توفیق احسنؔ برکاتی، ممبئی

فکر پاروں کی کہکشاں

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم اما بعد

''فکر پارہ'' الفاظ وتراکیب کا وہ شہاب ثاقب مانا جاتا ہے جو خیال انگیز، تفکر آمیز اور چشم کشا حوادث کا طلسم ہوش ربا بن جائے اور اس کے معنوی جہان میں حقائق کی بازیافت، مشاہدات کی عمیق فضا اور تجربات کی رنگا رنگ کرنیں رقصاں ہوں، وہ سبق آموز بھی ہوتا ہے اور نتیجہ خیز بھی، سنجیدہ مزاجی کا زائیدہ بھی ہوتا ہے اور خوش فکری کا ملغوبہ بھی، اس میں حسن ودلکشی بھی ہوتی ہے اور طنز وظرافت کی چاشنی بھی، تلخیاں بھی ہوتی ہیں، شوخیاں بھی، تہذیبی جمال بھی ہوتا ہے، ادبی کمال بھی، فنی خوبیاں بھی ہوتی ہیں، فکری توانائیاں بھی، شعری جامہ زیبی بھی ہوتی ہے اور نثری حسن کاری بھی، درد وغم بھی ہوتا ہے، آبدیدگی اور کسک بھی، قلبی حزن بھی ہوتا ہے، باطنی رنج بھی، اظہار افسوس بھی ہوتا ہے، احساس ندامت بھی، اور فکر پاروں کی کہکشاں جب چمکنے لگتی ہے تو خیالات میں نوع بہ نوع تبدیلیاں پیدا ہونے لگتی ہیں، احساسات کے روزن گھومنے لگتے ہیں، تفکرات کی بجلیاں کوندنے لگتی ہیں، کیوں کہ فکر پاروں کا باطنی جہان ہوتا ہی ایسا ہے، لفظوں اور ترکیبوں کا لشکر جب لشکارے بھرتا ہوا ذہن وفکر کے ایوان میں داخل ہوتا ہے تو فکر وتدبر کے کئی جہان فتح کرتا نظر آتا ہے۔

درج بالا تمہیدی حقائق کے تناظر میں ہم گفتگو کر رہے ہیں معروف شاعر وناقد حضرت مولانا محمد ادریس رضوی کی نئی آنے والی کتاب ''مطالعۂ معاشرت'' پر۔ اس کتاب کے مشمولات کو نثری اصناف کے کسی ایک خانے میں فٹ نہیں کیا جاسکتا۔ اس کتاب کے مضامین نہ انشائیے ہیں، نہ تنقیدی شذرات، نہ تحقیق، نہ تاریخ نگاری، نہ فکشن نہ رپوٹنگ، بلکہ مشاہدات وتجربات کا

ایسا نگارخانہ ہیں جس کا مطالعاتی وژن کافی چوکنا اور مستعد ہے۔

۳/محرم الحرام ۱۳۷۸ھ/۲۰/جولائی ۱۹۵۸ء کو صوبۂ بہار میں دربھنگہ ضلع کے ایک گاؤں ''مدلمن'' میں جنمے مولانا محمد ادریس رضوی کی مذہبی تعلیم حفظ وقرأت قرآن اور عالمیت تک ہے اور عصری تعلیم کے لحاظ سے ایم اے کے سند یافتہ ہیں، مدرسہ ایجوکیشن عربی وفارسی بورڈ صوبہ بہار سے مولوی کا امتحان پاس کیا ہے اور اس کے بعد عملی زندگی میں قدم رکھا، تعلیم وتدریس جیسا سنجیدہ مشغلہ اپنایا، امامت کی اور ۱۹۸۸ء سے تو باقاعدہ کلیان مہاراشٹر کی سنی جامع مسجد پتری پل میں امامت وخطابت کا منصب سنبھالے ہوئے ہیں۔ جنوری ۲۰۱۴ء میں ان کی امامت وخطابت جیسے نازک منصب پر انتہائی کامیابی کے ساتھ جلوہ افروز رہنے کا ۲۵/ سالہ جشن بھی منایا جاچکا ہے۔ اور ان کی قلمی، علمی، ادبی ولسانی خدمات پر انھیں ''امام احمد رضا ایوارڈ'' بھی تفویض کیا گیا ہے۔ مفتی اعظم ہند علامہ شاہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہ سے شرف بیعت رکھتے ہیں۔ لکھنا پڑھنا جنون کی حد تک ہے، شعر وشاعری، تصنیف وتالیف اور تبلیغ مذہب حق زندگی کا حاصل ہے۔ ان کی ۵۶/ سالہ زندگی علم وعمل سے عبارت ہے۔ ''ابھی تو میں جواں ہوں'' ان کی جولانی طبع کا اعلامیہ ہے، یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم ان کی فکر ونظر کا شناخت نامہ ہے، تحفظ عقیدہ اور ذوق عقیدت ان کی پہچان ہے، بڑوں کا احترام اور چھوٹوں پر شفقت ان کا وطیرہ ہے۔

مولانا محمد ادریس رضوی کی قلمی زندگی کا آغاز بیسوی صدی کی آٹھویں دہائی کے بعد مضمون نگاری سے ہوتا ہے۔ قرطاس وقلم کی باقاعدہ ہم رشتگی کا نتیجہ تھا کہ ۱۹۹۰ء میں ان کی پہلی کتاب ''ماہتاب رسالت کی جلوہ ریزیاں'' ۹۶ صفحات پر مشتمل غوثیہ پبلشر الٰہ آباد یوپی سے طبع ہوکر منظر عام پر آئی، دسمبر ۲۰۰۹ء میں اس کا انگریزی ایڈیشن امام مصطفیٰ رضا سینٹر ڈربن ساؤتھ افریقہ سے سو صفحات میں چھپا اور پھر ۲۰۱۲ء میں سیرت فاؤنڈیشن گل برگہ نے اس کتاب کا تیسرا اڈیشن شائع کیا۔ موصوف کی اس کتاب میں سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان پوشیدہ گوشوں

پر روشنی ڈالی گئی ہے جو عام کتب سیرت میں نہیں ملتے۔ اس کا انگریزی اور اردو زبان میں کئی ہزار کی تعداد میں چھپنا اس کی اہمیت اور مقبولیت کی دلیل ہے۔ مولانا محمد ادریس رضوی کے ایک مضمون کو پڑھ کر منفرد لب و لہجے کے غزل گو شاعر غلام مرتضٰی راہیؔ فتح پوری نے شعر گوئی کی طرف ان کی توجہ دلائی اور کہا کہ آپ میں شعر فہمی کی صلاحیت ہے لہٰذا شاعری شروع کر دیں۔ چنانچہ مارچ ۱۹۹۸ء سے انہوں نے باقاعدہ شاعری کا آغاز کر دیا اور یہ کام اتنے منظّم انداز میں کیا کہ اس میدان میں مسلسل اپنی کامیابی کے جھنڈے گاڑنے شروع کر دیے۔ پہلا تضمینی مجموعہ ''نغمات بخشش'' (صفحات ۹۶) ۲۰۰۲ء میں غوث الوریٰ اکیڈمی کلیان سے شائع ہوا یہ آپ کی شاعری اور وہ بھی مشکل صنف تضمین نگاری کا پہلا پڑاؤ تھا۔ اس کے بعد ۲۰۰۵ء میں وسیلۂ بخشش (حمد و مناجات کا مجموعہ) ۲۰۰۸ء میں سبیل بخشش (تضمینات کا مجموعہ) اور صدائے بخشش (دیوانِ رضوی) جولائی ۲۰۱۲ء میں ۲۳۲ صفحات پر مشتمل مجلد شائع ہوا۔ آپ کے سیال قلم نے اتنی برق رفتاری سے نثر و نظم کے مختلف محاذوں پر کامیابی کا نشان لگایا کہ دنیا رشک کرنے لگی۔ اب تک کی نثری و شعری تصانیف کی تعداد تیس سے متجاوز ہے جن میں چودہ کتابیں طبع ہو چکی ہیں۔ مذکورہ شعری مجموعوں کے علاوہ کنز الایمان اور امام احمد رضا (کوئز) (صفحات ۳۰۵) کلام راہیؔ اور صنائع و بدائع (صفحات ۱۵۸) کنز الایمان اپنے مفسرین کی نظر میں (صفحات ۱۶) گلبرگہ سے حیدرآباد تک، (صفحات ۸۰) تجلیات قلم (صفحات ۲۰۸) گلستان رضا (صفحات ۱۷۶) امام احمد رضا کے مبلغین (صفحات ۱۴۴) حرم سے حرم تک (صفحات ۱۴۴) اور عالمی برادری کا وحشت ناک معاشرہ (صفحات ۱۴۴) جیسی اہم اور گراں قدر تصنیفات قابل ذکر ہیں۔ مذکورہ کتابوں کا اشاعتی وقفہ ۲۰۰۹ء سے ۲۰۱۴ء کا درمیانی حصہ ہے۔

''مطالعۂ معاشرت'' مولانا محمد ادریس رضوی کی پندرہویں تصنیف ہے جو طباعت و اشاعت کے مرحلے سے گزرنے والی ہے۔ راقم الحروف اس کتاب کو ''فکر پاروں کی کہکشاں'' کا نام دیتا ہے، کتاب کا مرکزی موضوع اگرچہ مسلمانوں کے معاشرتی مسائل کے ارد گرد گھومتا

ہے لیکن اس موضوع کی سیکڑوں ذیلی شاخیں فکر پاروں کی شکل میں ہمارے افکار و خیالات کو مہمیز کرتی ہیں۔ کڑے مشاہدے، عمیق مطالعے اور بھرپور تجزیے و احتساب پر مشتمل یہ چھوٹی چھوٹی تحریریں ہماری سوچوں میں ارتعاش پیدا کر دیتی ہیں۔ اکثر تحریروں میں آغاز بیانیہ رنگ میں ہے جو آہستہ آہستہ تجزیہ اور تفکر کی سیڑھیاں چڑھنے لگتا ہے اور نقطۂ انتہا بالکل حیرت انگیز اور سبق آموز صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

معاشرتی، مذہبی، تہذیبی، اقتصادی، تعلیمی مسائل سے متعلق مطالعات کی کل تعداد ۲۹ ر ہے جن کا مطالعہ ہماری آنکھیں کھول دینے کا استحقاق رکھتا ہے۔ اس کتاب کے قاری کو یہ اندازہ لگاتے دیر نہیں لگے گی کہ ہمارے مہذب سماج میں کیسے کیسے رنگیں، سنگیں، شکستہ، زخم آلود اور بے ڈھنگے آبگینے موجود ہیں اور جہالت کی کرچیاں ہمارے مذہبی اقدار کو زخمی کیے ہوئے ہیں، ہمیں دنیا کے مسائل میں الجھ کر جینا پسند ہے لیکن دینی امور کے افہام و تفہیم کو ہم ذرا بھی پسند نہیں کرتے، ہم نے فرائض و واجبات کو پس پشت ڈال دیا ہے اور مستحبات و نوافل کو اپنی دینی زندگی کا لازمہ بنا لیا ہے، حقائق سے منہ موڑ کر فرضی اور من گھڑت تعبیرات کے اسیر ہو چکے ہیں، غیر اہم کو اہم اور بالکل ضروری کو غیر اہم سمجھنے لگے ہیں، خود فریبی کے مرض میں مبتلا ہو کر فریب دہی اور غداری کے مرتکب ہو رہے ہیں، فیشن کے دلدادہ اور عمدہ آرائش و زیبائش کے رسیا ہیں، اور ایسی سادگی اور خود شناسی سے کوسوں دور ہیں جو سہی معنوں میں آسودہ حال زندگی کی ضمانت ہوتی ہے، ہم خود تو جہالت جیسے سنگین جرم کے مجرم ہیں لیکن جو لوگ علم و فن کی دولت سے بہرہ ور ہیں ان پر تنقید و طنز بلکہ تحقیر و تضحیک کا نشتر چلاتے رہتے ہیں۔ ''خود را فضیحت دیگراں را نصیحت'' جیسی بدعادتیں ہمارا شیوۂ گفتار ہیں، خانقاہی نظام کی بے تہذیبیاں، فرضی مزارات کے قصے، اور حاضری کی شعبدہ بازیاں ہماری معاشرتی شناخت ہیں، فرائض کی بجا آوری میں حیلے بہانے، واجبات کی ادائیگی میں کوتاہی، علما اور ائمہ کی بدخواہی، آپس میں چغل خوری، تجارت و معیشت میں حلال و حرام کی تمیز نہ کرنا اور اسلامی شعائر کا مذاق اڑانا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب ایک مسلم

معاشرے کی وہ کریہہ شکلیں ہیں جن کو اس کتاب میں آئینہ دکھایا گیا ہے، ایک صفحے، دو صفحے، تین صفحے میں منعکس ہمارے سماج کے مذہبی حالات ہمیں سوچنے پر مجبور کرتے ہیں۔ ''ادب برائے زندگی'' کے اصول پر قائم یہ قلم کار اپنی نوک قلم سے سماج کے رستے زخموں کو کریدتا ہے، اور پھر انہیں مرہم لگاتا ہے، کتاب میں شامل ہر فکر پارہ اور ہر تحریر ایک شفاف آئینہ ہے۔

مدعائے نگارش یہ ہے کہ زندہ سماج میں زندگی گزارنے والا مسلمان اس آئینے میں اپنی شکل وصورت دیکھ کر خود کو بدلنے کی کوشش کرے۔ ڈاکٹر منظور احمد دکنی مولانا محمد ادریس رضوی کے فکر وشعور کی پختگی کی وضاحت یوں کرتے ہیں: ''مولانا (محمد ادریس رضوی) کی تحریریں ان کے مضبوط ارادے پر اعتماد کا پتہ دیتی ہیں، عصری تقاضے، سماجی میلانات اور معاشرے کے سرد وگرم پر ان کی اچھی اور گہری نظر ہے۔''

امید ہے کہ مولانا محمد ادریس رضوی کی دوسری تصنیفات کی طرح یہ تصنیف بھی پذیرائی کا حق حاصل کرے گی اور تبدیلیِ افکار کے ساتھ اصلاح احوال کا سبب بنے گی۔ اللہ عزوجل ان کے شعور کو پختہ اور قلمی توانائی کو مزید توانا فرمائے۔ آمین!!!

توفیق احسنؔ برکاتی، ممبئی (۸ر ستمبر ۲۰۱۴ء شب سہ شنبہ)

☆☆☆

محترم غلام ربانی فداؔ صاحب
ریسرچ اسکالر، عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد۔ اے، پی

مقدمہ

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امابعد

میرے پیشِ نظر ادیبِ شہیر حضرت العلام الحاج مولا محمد ادریس رضوی صاحب قبلہ (ایم، اے) کے مضامین کا مجموعہ ''مطالعہ مُعاشرت'' ہے۔ یہ کتاب صرف مطالعہ ہی نہیں صاحبِ کتاب کا مشاہدہ بھی ہے، اور اس کتاب میں مختلف مضامین اور حسان الہند مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت کے دربارِ بابرکت میں نذرانۂ عقیدت بھی شامل ہے، صاحبِ کتاب اپنے مشاہدے کو سلیس وسادہ زبان میں اپنے خیالات کو لفظوں کو جامہ پہناتے ہیں، اور کہیں کہیں مزاح بھی پیدا کردیتے ہیں۔ موجودہ دور میں مسلم معاشرہ جس طرح ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے اس کا دکھ بہت ہے۔ یقیناً یہ ایک مومن کی صفات ہے، مجھے ان کا مشاہدہ بہت اچھا لگا اور خصوصاً اسلامی عائلی زندگی کے حوالے سے۔

کسی دانشور کا قول ہے کہ:

انسان سماجی جانور ہے۔

انسان معاشرے کے بنا جینے کا تصور بھی نہیں کرسکتا، انسانی زندگی کے لئے معاشرے میں کئی رشتوں کی ضرورت ہوتی ہے، اور رشتوں کے لئے گھر کی۔

خالقِ کائنات فرماتا ہے:

تم میرا احسان سمجھو کہ یہ زمین پیار سے تمہارے گھروں کو آغوش میں لیے ہوئی ہے۔

اُس وقت ہمارا احساس اُجاگر نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے کتنے کرم سے ہمیں یہ گھر دیئے ہیں

اور پھر ان میں اللہ تعالیٰ نے رہائش کی توفیق بخشی ہے۔

وہ اس احسان کو اُجاگر کرتے ہوئے ارشاد فرما رہا ہے کہ میں نے تمہیں بے خوف وخطر رہنے کے جگہیں دیں، اس میں مقصد یہ ہے کہ تم ہر وقت مجھے یاد کرتے رہو کہ جس خدا نے اپنی بڑی زمین کو کنٹرول کر کے ایسے خوبصورت گھر دیئے ہیں اور ان میں ہمیں سکونت دی ہے، گھر کے تعمیر کے بعد جہاں زمین کی عدم حرکت کا دخل ہے وہاں خالقِ کائنات جل جلالہٗ نے ہزاروں درندوں کو اس جگہ آنے سے روکے ہوا ہے، اگر اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہوتا تو سارے گھر مختلف حشرات سے، سانپوں سے اور درندوں سے بھر جاتے، سارے دندے صحراؤں سے نکل کر لوگوں کی رہائشی کالونیوں کا رُخ کر لیتے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تمہیں گھروں میں رہائش دی ہے اسی واسطے ہم ان درندوں کو گھروں کی طرف آنے نہیں دیتے اور تم بے خوف وخطر گھروں میں سکونت اختیار کرتے ہو۔

خالقِ کائنات جل جلالہٗ نے اس آیت میں حضرت انسان کو گھر کی آغوش میں رہتے ہوئے، اُس پر جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے، اس کا درس دیا، گھر مقامِ غفلت نہیں، گھر اللہ تعالیٰ کی سرکشی کا مرکز نہیں، اللہ سے عداوت والی جگہ کا نام نہیں، بلکہ گھر تو وہ گہوارہ ہے جو ہر وقت اللہ کے ذکر سے آباد رہنا چاہئے، اس واسطے خالقِ کائنات جل جلالہٗ نے اپنے خصوصی فضل وکرم کا اس کو مرکز بنا کر اپنے بندے کو آرام اور سکون بخشا، تا کہ بندہ سکون کے ساتھ اپنے مولا کو یاد کرتا رہے۔

یاد رکھیں گھر اینٹوں کا نام نہیں، ویسے تو اس صفحۂ ہستی پر کتنی عمارتیں اور بلڈنگ بنی ہوئی ہیں مگر اُن کو گھر خاص نسبت کے لحاظ سے کہا جاتا ہے، ہر مکان گھر نہیں ہوتا، گھر کی اینٹوں کے ساتھ انسانی رشتوں کی کچھ تحریریں وابستہ ہوتی ہیں تو پھر ان اینٹوں کے مرکز کو گھر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

گھر کا اسلامی ماحول وہ ہے کہ جس کو اسلام نے پسند کر لیا، رات بسر کر لی، جی بھر کر رہا، پھر یہی اسلام قیامت کے دن گواہ بن جائے گا، لیکن وہ اسلامی ماحول نہیں ہے

جہاں اسلام کو داخل ہونے کی اجازت ہی نہ مل رہی ہو، اپنے عمل سے اسلام پیچھے ہٹایا جا رہا ہو، ساری رات گزر جائے اور اسلام گلیوں میں چکر لگاتا رہے، مسلمانوں کے گھروں کو کیا فائدہ ہوگا؟ اسلام یہودی کے دروازے پر تو جاتا ہی نہیں، عیسائی کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہی نہیں، اپنے کلمہ گو کے دروازے پہ آتا ہے تو کلمہ گو کو چاہئے کہ وہ اپنے دین کو اجنبی نہ بننے دے، اُس کو گھر عطا کر دیں، جو آج کے دور میں اسلام کو اپنا گھر دے دے گا تو میرے محبوب ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاء ...مَیں اُن لوگوں کو جنت کی بشارت دے رہا ہوں۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب: بیان أن الاسلام بدأ غریبا و سیعود غریبا و أنه یأزر بین المسجدین: اسلامی معاشرہ آج ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے اور یہی فکر ادیب شہیر حضرت علامہ مولانا الحاج محمد ادریس رضوی ایم ،اے صاحب کو پریشان کئے ہوئی ہے، اس دل کے فکر کے دَرد اور ضمیر کی آواز کو موصوف نے صفحۂ قرطاس پر بکھیرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

مَیں علامہ محمد ادریس رضوی صاحب سے ذاتی طور پر واقف نہیں ہو مگر ان کے لائق وفائق فرزند مولانا محمد کاشف رضا مصباحی سے گہرے مراسم ہیں۔

کسی دانا نے کہا ہے کہ: ہم اچھے ہیں اور قابل ہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم اچھے ہیں بلکہ ہمارے والدین کریمین اچھے تھے انہوں نے ہماری تربیت اچھی کی اور ہم اچھے ہو گئے"۔

اس کتاب میں جا بجا فکرِ اسلامی کے ساتھ ساتھ اُردو ادب کے شاہکار بکھرے ہوئے ہیں، انہیں حاصل کرنا قارئین کے صواب دید پر ہے، یقیناً یہ ادیب شہیر ہیں، مَیں دعا گو ہوں کہ اللہ آپ کا سایۂ کرم ہمارے سروں پر تا دیر قائم رکھے، مزید ہم جیسے تشنگانِ علوم کی رہبری ورہنمائی فرمائیں۔

غلام ربانی فدا (ریسرچ اسکالر)

محمد ادریس رضوی، ایم، اے

پہلا مطالعہ:

اپنی باتیں

ہمارے معاشرے میں روزانہ ہی نئے گُل کھلتے، پُرانے گل معاشرے سے نکلتے، نئے چراغ جلتے، پُرانے چراغ بجھتے، بجھی ہوئی شمع روشن ہوتی، روشن ہوئی شمع بجھتی، نئی ہوا چلتی، نئی آندھی اُٹھتی، نئے طوفان آتے، نئی بلائیں آتیں، نئی کراہیں بلند ہوتیں، نئے گھر آباد ہوتے، نئی بساطیں بچھتیں، نہ جانے کتنے ہاتھوں میں مہدیاں لگتیں اور نہ جانے کتنے ہاتھوں کو ہاتھوں میں تھمایا جاتا اور نہ جانے کتنے ہاتھوں سے ہاتھ الگ ہوتے ہیں۔

ہمارے معاشرے میں ایک ہی وقت میں رنج وخوشی، درد وانبساط، آہ وطرب، موت وزیست کی نہ جانے کتنی محفلیں لگتیں، نئی خبریں جنم لیتیں اور قلم کے توسط سے قرطاس پر اُتر کر تاریخ کا باب بنتی ہیں، ان میں نہ جانے کتنی خبریں ایسی ہوتی ہیں جو انسان کے دل کے ساتھ اسلام کی روح کو مجروح کرتی ہیں، کچھ بھول چوک سے، کچھ کبر ونخوت سے، کچھ رعب ودبدبہ سے، کچھ خاندانی وجاہت سے، کچھ دولت کے بل سے، کچھ جہالت سے، کچھ حماقت سے، کچھ شوق سے، ایسی خبروں سے اسلام کے ماننے والوں کو یقیناً تکلیف ہوتی ہے، لیکن کیا کیا جائے، یہ درد کہیں تو کس کو کہیں اور چھپائیں تو کس سے چھپائیں، درد دینے والے بھی اپنے، درد سہنے والے بھی اپنے، درد سننے والے بھی اپنے، درد سنانے والے بھی اپنے ہیں، المیہ اپنے گھر کا ہے، اس لئے سوچا کہ جو المیہ ہو گیا وہ ہو گیا اب نہ ہونے پائے، لیکن مَیں خود شش وپنچ میں ہوں کہ درد سنانے

کے بعد اب المیہ نہیں ہوگا؟ دل کے ایک گوشے سے آواز آئی کہ المیہ نہیں ہوگا لیکن لوگ المیہ کو المیہ سمجھیں تب تو، اگر المیہ کو المیہ سمجھتے ہی نہیں تب تو المیہ ہوتا ہی رہے گا، دل کی آواز سے پوچھا کہ وہ راستہ بتاؤ کہ المیہ نہ ہو، دل نے کہا اسلام کا قانون اسلام کا دستور عام ہو جائے، عام لوگ بھی سمجھنے لگیں تو المیہ نہیں ہوگا، ان ہی عام لوگوں تک الم پہنچانے کی غرض سے المیہ کو لکھ رہا ہوں کہ مسلمانو تم نے دنیا کی بہت ساری تعلیمات سے اپنے کو لیس کیا، ان تعلیمات کے ساتھ خود میں دو چار بوند اسلام کی تعلیمات کا حسین وخوبصورت اور حلاوت سے بھرا عرق بھی ٹپکاؤ تا کہ ایسا وقت آئے تو تم اسلامی قانون کی روشنی میں اپنے اور اپنے ہمسایوں کے دوست واحباب کے مسائل کو سلجھا سکو، ان کے درد وغم کا مداوا اسلامی دستور کی روشنی میں کر سکو۔

مسلمان تعداد کے لحاظ سے، معیشت کے معاملے مین، آرائش وزیبائش کے تعلق سے، مال ودولت کے تئیں خوب ارتقا کی منزلیں طے کر رہا ہے، لیکن اسلامی معلومات ومسائل میں ارتقا نہیں بلکہ ۸۰ رفیصد نشیب میں اُتر گیا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ معاشرتی زندگی میں تفریط ہی تفریط نظر آ رہی ہے، مسلمان زمین جائیداد کے مقدمے میں بغیر وکیل کے اپنا مقدمہ خود سے نہیں لڑتے ہیں لیکن اسلامی دستور کے تئیں خود ہی فیصلہ کر لیتے ہیں جس کی بنا پر اسلام کی روح مسخ ہوتی ہوئی نظر آ رہی ہے اور مسلمان کا ایک طبقہ سمجھتا ہے کہ کچھ نہیں ہوا، کچھ نہیں ہوتا اور کچھ نہیں ہوگا، میاں! ہر جگہ، ہر میدان میں، ہر محکمے میں، ہر کمپنی میں، رہنے کے لئے، وقت گذارنے کے لئے، ملازمت کرنے کے لئے حدود قائم ہیں اور حدود ہی میں رہ کر لوگ، وقت گذارتے، ملازمت کرتے ہیں، حد کو توڑیں گے تو کمپنی سے نکالے جائیں گے مگر اسلام نے مسلمانوں کے لئے جو حدود قائم کئے ہیں لوگ ان حدود کو کبھی بھول کر، کبھی جان بوجھ کر، کبھی شوق سے، کبھی انا میں، کبھی ضد میں توڑتے رہتے ہیں، کہاں توڑتے، کب توڑتے، کیسے توڑتے، کس وقت توڑتے ہیں، راقم نے کہاں، کب، کیسے، کس وقت توڑتے ہوئے دیکھا اور سنا ہے، ان ہی باتوں پر مشتمل اس کتاب کو ''مطالعۂ معاشرت'' کا نام دیا گیا ہے، آپ بھی مطالعہ کیجئے اور غور کیجئے کہ لوگ کس کس

طرح سے اسلامی قانون کو مسخ کرتے، تمسخر اڑاتے، اور اسلام بیزاری کا ثبوت دیتے ہیں۔

مسلمانوں اسلامی قوانین کو اپنے طابع نہ کرو بلکہ خود کو اسلام وشریعت کے طابع کر دو تاکہ تم سچے مسلمان کہلا سکو، اگر تم اپنی انا میں آکر اسلام وشریعت کو اپنے تابع کرتے ہو تو یہ باتیں دین ودنیا اور آخرت میں تمہارے لئے مضر اور سخت مضر ثابت ہونگیں، چند روزہ زندگی کی خوشحالی کے لئے اپنے آپ کو برباد نہ کرو، بلکہ اسلام وشریعت کے طریقے پر چل کر اپنے دین، اپنی دنیا اور اپنی آخرت کو آباد کرو اسی میں تمہاری بھلائی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کے صدقے میں توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

میں مشکور ہوں جناب مولانا توفیق احسن برکاتی اور جناب غلام ربانی فدؔا کا کہ ان لوگوں نے بڑی نیک نیتی کے ساتھ اپنی عمدہ تحریروں سے نوازا ہے، دونوں اشخاص نوجوان ہیں، دونوں جادوئی قلم کے مالک ہیں، دونوں مدیر ہیں، مصنف بھی ہیں، اور متعدد کتابوں کے مرتب ہیں، ایک تدریس سے، دوسرے تحقیق سے جڑے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے علم وقلم میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے (آمین)

دوسرا مطالعہ:

نکاح کے تعلق سے

عالم ہونے کے ناطے ۱۹۸۸ء سے قبل تک راقم نکاح پڑھاتا تھا، جب ۱۹۸۸ء میں کلیان میں آیا تو نکاح پڑھانے سے پرہیز کرنے لگا، جس کی دو وجہ ہیں ایک یہ کہ یہاں آنے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ نکاح پڑھانے کے لئے کورٹ سے رجسٹریشن کرانا ضروری ہے یہ کوئی اہم مسئلہ نہ تھا، تھوڑی سی بھاگ دوڑ کے بعد یہ مسئلہ حل ہوجاتا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ مجھے کلیان میں آئے ہوئے ایک ماہ کا عرصہ ہوا تھا کہ ایک شخص نے کہا فلاں تاریخ میں آپ کو ایک نکاح پڑھانا ہے، میں نے کہہ دیا کہ میرے پاس نکاح پڑھانے کا رجسٹریشن نہیں ہے، اس شخص نے کہا کہ کوئی بات نہیں ہے، یہ محلّہ کی بات ہے، رجسٹریشن کی ضرورت نہیں ہے، اس کے بعد اُس نے ایک شخص کو بطور شفارس بھیجا اس نے بھی وہی بات کہی کہ محلّہ کی بات ہے آپ نکاح پڑھادیجئے، میں نے حامی بھرلی، تاریخ مقررہ پر ایک شخص بلانے کے لئے آیا اور کہا چلئے نکاح کی ساری تیاریاں ہوگئی ہیں، دن کے اجالے میں یہ پروگرام منعقد کیا گیا تھا، یہ پروگرام کوئی شادی ہال یا گراونڈ میں منعقد نہیں کیا گیا تھا، بلکہ ایک چھوٹے سے کمرے اور اس کے صحن میں یہ پروگرام رکھا گیا تھا، چھوٹے اور بڑے کل تیس سے پینتیس آدمی اکٹھا تھے، وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ لڑکا غیر مسلم عیسائی ہے اس کو پہلے کلمہ پڑھا کر مسلمان کرنا ہے پھر نکاح پڑھانا ہے، محفل میں سب یکساں لباس میں تھے، دولہا اور براتی میں کوئی تمیز نہیں تھی، اس لئے مجھے پوچھنا پڑا کہ لڑکا کون ہے؟۔

لڑکا نے کہا میں ہوں۔

آپ اسلام کیوں قبول کررہے ہو؟ یہ میرا سوال تھا۔

اس نے کہا اسلام مذہب مجھے پسند ہے۔

میرا دوسرا سوال تھا، آپ نے اسلام کا مطالعہ کیا ہے؟۔

اس نے کہا مختصر کیا ہوں۔

راقم نے پوچھا! آپ پر کوئی دباؤ تو نہیں ہے؟۔

اس نے کہا نہیں! میں اپنی مرضی سے اسلام قبول کر رہا ہوں۔

لڑکا کو کلمہ پڑھانے کے بعد میں نے وہاں موجود لوگوں سے پوچھا کہ لڑکی کس کی ہے اور کہاں ہے؟ اندر کمرہ میں سے ایک نسوانی آواز بلند ہوئی! مولانا صاحب ان سے لکھوا لو مجھ کو دو بچے ہیں دونوں کی پرورش ان کو کرنی ہوگی۔

میں نے کہا اس سے پہلے آپ کی شادی ہو چکی تھی؟۔

عورت نے کہا ہاں! کرناٹک کا ایک لڑکا تھا اس سے میری شادی ہوئی تھی، اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا، اس کے کچھ دنوں کے بعد اُس نے مجھ کو طلاق دے دی۔

اور آپ کا یہ دوسرا لڑکا کس سے پیدا ہوا؟۔

عورت کہنے لگی ایک غیر مسلم کے ساتھ یونہی (بغیر شادی کے) رہتی تھی یہ اس سے پیدا ہوا ہے۔

حیرت میں ڈالنے والی یہ بات سن کر میں سکتے میں آ گیا کہ کیا مسلمان لڑکیاں یا عورتیں ایسا بھی کر سکتی ہیں؟ غیر مسلم کے ساتھ تھی جس کا وہ کھل کر اظہار کر رہی ہے، سب کے سامنے کہہ رہی ہے، اس سے اس کو بچہ بھی پیدا ہوا، گواہی خود ہی دے رہی ہے، ہمارے معاشرے کی عورتیں کس نہج پر پہنچ چکی ہیں، یہ طریقہ تو یوروپ وامریکہ کے نوجوان لڑکے لڑکیوں کا ہے کہ جس سے چاہا دل لگا لیا، شادی نہ بیاہ اور صاحب اولاد ہو گئیں، مشرقی معاشرہ میں سینکڑوں خرابیاں در آنے کے باوجود ہمارا سماج ایسی بے حیائی کی باتوں اور ناجائز اولاد پیدا کرنے والی کو پسند نہیں کرتا ہے۔

میرے لئے یہ واقعہ عجوبہ سے کم نہ تھا، بہر حال میں نے پوچھا آپ کے پہلے شوہر نے آپ کو

طلاق دی تھی وہ طلاق نامہ کہاں ہے؟۔

اس نے کہا بہت دن ہو گئے اس لئے وہ طلاق نامہ کہیں گم ہو گیا۔

میں نے پوچھا طلاق دیتے وقت کوئی گواہ وہاں موجود تھا؟۔

اس نے کہا نہ کوئی گواہ تھا نہ طلاق نامہ ہے۔

راقم نے کہا کہ میں نکاح نہیں پڑھاؤں گا۔

ایک صاحب باریش محفل سے اٹھ کر کھڑے ہوئے اور کہنے لگے، پیش امام صاحب یہ بمبئی ہے سب چلتا ہے۔

میں نے کہا سب چلتا ہے تو چلا لیجئے، میں چلا! اور میں محفل سے اٹھ کر چلا آیا، بعد میں معلوم ہوا کہ محفل میں شریک لوگوں میں سے دو تین نے کہا کہ پیش امام صاحب نے ٹھیک کیا کہ نکاح نہیں پڑھایا کیوں کہ جو عورت غیر مسلم کے ساتھ رہ کر بچہ پیدا کیا ہے، وہ اپنے شوہر سے طلاق بھی حاصل کی ہے یا نہیں؟ بات مشکوک ہے، ایسی عورت کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا ہے۔

باریش شخص کا یہ کہنا کہ یہ بمبئی ہے سب چلتا ہے، ہمارے معاشرے کی زبوں حالی اور مسلمانوں میں جہالت کا بین ثبوت ہے، کیا ممبئی میں مسلمانوں کے لئے الگ سے کوئی قانون ہے؟ نہیں! بلکہ پوری دنیا میں بسنے والے مسلمانوں پر ایک ہی قانون کا نفاذ ہوتا ہے، ایسا نہیں ہے کہ ممبئی والوں کے لئے الگ اور کولکاتہ والوں کے لئے الگ قانون ہے، باریش شخص کا یہ کہنا کہ یہ بمبئی ہے سب چلتا ہے، یہ اس کی جہالت تھی، اس کو اسلام کا قانون نہیں معلوم تھا، دوسرے یہ کہ ممبئی میں بہت سارے ایسے واقعات ہوتے ہیں کہ صبح کو شوہر طلاق دیتا ہے، شام میں عورت دوسرے مرد سے شادی کر لیتی ہے، بلکہ بغیر شوہر کے طلاق دیئے ہوئے بھی دوسرے مرد سے شادی کر لیتی ہے، غیر مسلموں سے کورٹ کے ذریعہ شادی رچا لیتی ہے، یہ ساری باتیں وہ باریش شخص دیکھ چکا تھا، شاید اسی لئے کہا کہ ممبئی میں سب چلتا ہے۔

قرآن کی تعلیمات سے زیادہ تر مسلمان مرد و خواتین دُور ہٹ گئے تو مسلمانوں کو یہ دن دیکھنے

پڑرہے ہیں کہ مسلمان لڑکیاں غیر مسلموں کی آغوش میں گر کر بچے پیدا کر رہی ہیں، قرآن نے مسلمان عورتوں کو اپنی نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا، غیر مردوں سے زینت کو چھپانے کو کہا لیکن افسوس ہے کہ اس دور میں قران کے حکم کے برعکس عمل ہو رہا ہے، نہ مسلمان مردوں کو معلوم ہے کہ ہمارا مقام کیا ہے، نہ عورتوں کو معلوم ہے کہ قرآن نے ہمیں کس مقام پر فائز کیا ہے، مقام بھول گئے تو گناہوں کے دلدل میں پھنس گئے۔

تیسرا مطالعہ:

طلاق کے بغیر نکاح

مذکورہ بالا واقعہ کے کچھ دنوں کے بعد چند صاحبان آئے اور کہنے لگے دو سال قبل ایک لڑکی کی شادی ہوئی، وہ لڑکی اب تک کچھ دنوں کے لئے اپنے میکے میں اور کچھ دنوں کے لئے اپنے سسرال میں آتی جاتی رہی، اب کی وہ سسرال سے میکے آئی، یہاں میکے کے محلّہ کے ایک لڑکا سے اسے عشق ہو گیا اب وہ اپنے شوہر کے پاس سسرال جانا نہیں چاہتی ہے، بلکہ جس لڑکا سے اسے عشق ہو گیا ہے اس سے شادی کرنا چاہتی ہے، اور شوہر اس کو طلاق دینے کو راضی نہیں ہے، ایسے عالم میں کیا کیا جائے؟ میں نے کہا کہ عورت دوسرے مرد سے عشق کر کے شوہر سے طلاق کا مطالبہ نہیں کر سکتی، اگر اس بنیاد پر عورتیں اپنے شوہروں سے طلاق کا مطالبہ کریں گی تو معاشرہ خراب ہو جائے گا، شریعت کا قانون کسی کی حق تلفی نہیں کرتا، شریعت کہتی ہے کہ اگر مرد اپنی بیوی کو رہنے کے لئے مکان، پہننے کے لیے کپڑے، کھانے کے لیے کھانا و دیگر ضروریات کی چیزیں نہیں دیتا، حق زوجیت ادا کرنے پر قادر نہیں ہے تو بیوی طلاق کا مطالبہ کر سکتی اور شوہر سے طلاق لے سکتی ہے، اگر آپ لوگوں نے اس کے شوہر سے بغیر طلاق لیے ہوئے، اس کے عاشق کے ساتھ شادی کریں گے تو سخت گنہگار ہوں گے اور اس عورت سے پیدا ہونے والی اولاد بھی والد

الزنا ہوگی، مسئلہ سن کر سب سکتے میں آ گئے اور کہنے لگے ایسی بات ہے تو بغیر طلاق کے شادی کیسے ہو سکتی ہے، لیکن مسلم معاشرہ کی زبوں حالی اور جہالت کا سورج اس وقت پوری طرح سر پر آ گیا، جب کل ہو کر وہی رشتہ دار لڑکی اور لڑکا کو ایک قاضی کے پاس لے جا کر نکا ح پڑھوا دیا، جاہل قاضی کو پوچھ تاچھ سے کیا مطلب! ایسے قاضی کہلانے والے اور ایسے نکاح پڑھانے والے بغیر گواہ کے، رکشا میں، پارک میں، اپنے گھر میں من مانا بھاؤ پر نکاح پڑھا دیتے ہیں، شریعت کے پاسدار علماء اور ائمہ حضرات مشکوک لوگوں سے اچھی طرح پوچھ گچھ کر لیں، ورنہ من مانا بھاؤ پر نکاح پڑھانے والے کا نکاح بھی خطرے میں آ سکتا ہے، بلکہ بہت سارے قاضیوں کا نکاح خطرے میں آ چکا ہے، جیسے مذکورہ شادی شدہ عورت کا نکاح پڑھانے والے قاضی کا، افسوس تو اس وقت ہوتا ہے جب یہ قاضی حضرات مسلم لڑکی کا نکاح غیر مسلم سے بھی پڑھا دیتے ہیں، ایسا کیسے ہوتا ہے؟ یہ عشق میں دھوکا ہے، مسلمان لڑکی جب غیر مسلم لڑکے سے محبت کرتی ہے تو لڑکا شادی کے لیے لڑکی کو آمادہ یا مجبور کرتا ہے، اس وقت لڑکی کہتی ہے کہ تم مسلمان بن جاؤ، ان میں کچھ لڑکے مسلمان ہونے کا ناٹک کر کے اور اپنا نام مسلمان بتا کر لڑکی سے شادی کر لیتا ہے، پھر کچھ دنوں کے بعد یا بچہ پیدا ہونے کہ بعد لڑکی پر متعدد الزام لگا کر چھوڑ دیتا ہے، ایسی لڑکیاں نہ گھر کی رہتی ہے نہ گھاٹ کی، سماج میں ڈھونڈ ییئے تو ایسی متعدد لڑکیاں ملیں گی، جو اچھے گھرانہ کو، تعلیم یافتہ اور کماؤ شوہر کو چھوڑ کر، اپنے عاشق پر بھروسہ کر کے شوہر سے طلاق لے لیا کرتی ہیں کہ میرا عاشق مجھے گلے لگا لے گا، طلاق کے بعد عاشق یہ کہہ کر لال جھنڈی دکھا دیتا کہ ''جب تم اپنے شوہر کی نہیں ہوئی تو میری کیا ہوگی'' ایسی لڑکیاں سماج و معاشرے میں رسوا ہوتیں، والدین کی نگاہوں سے گر جاتیں اور در در کی ٹھوکریں کھاتی رہتی ہیں۔

دورِ جدید میں عشق کا بھوت نو جوان لڑکے اور لڑکیوں کے سر پر ڈیرا جمائے ہوا ہے، اور ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز کی طرح، عشق کی قطار میں بڑے، چھوٹے، یہاں تک کہ باپ بیٹے اور ماں بیٹی بھی نظر آنے لگی ہیں، مشرق میں بسنے والے، مشرقی معاشرے میں رہنے والے،

مشرقی تہذیب سے محبت کرنے والے، مہذب کہنے اور کہلانے والے اور کہلانے والیاں آخر کب تک راستہ بھولی رہیں گی؟ پارسائی اور پاک دامنی کا راستہ چھوڑ کر جدید ذہن کے حاملین عشق و محبت کرنا اور عشق و محبت کے پردے میں عیاشی کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں، ایسی محبت کرنے والی لڑکیوں کی آنکھیں اس وقت کھلتی ہیں، جب محبت کے نام پر لڑکا اپنے نفس امارہ کی بھوک مٹا کر لڑکی کو اپنے سے الگ کر دیتا ہے۔

کسی بڑے ادارے کے مشہور مفتی کے پاس چلئے اور پوچھے کہ آپ کے پاس سال میں کتنے فتاوے آتے ہیں؟ اگر مفتی صاحب کہتے ہیں کہ ایک ہزار! تو مفتی صاحب سے پوچھئے کہ ان فتاوٰں میں نماز چھوڑنے والوں نے اپنے اس گناہِ کبیرہ پر شرمندہ ہو کر، نماز چھوڑنے کی وعیدوں پر کتنے لوگوں نے آپ سے رجوع کئے ہیں؟ یقین جانئے کہ مفتی صاحب یہی کہیں گے کہ ایک بھی آدمی نے نہیں، اسی طرح سے روزے زکوۃ اور حج کے تعلق سے پوچھئے کہ کتنے لوگوں نے رجوع کئے ہیں؟ مفتی صاحب ۳؍ فیصد سے زیادہ نہیں بتائیں گے، اور پوچھئے کے طلاق کے متعلق کتنے فتاوے آئے ہیں؟ تو مفتی صاحب ۹۵؍ فیصد بتائیں گے، اس پر طرفہ یہ کہ طلاق کے بارے میں سائلین جھوٹ بھی کثرت سے استعمال کرتے ہیں، تین طلاق دینے کے بعد کہتے ہیں کہ دو طلاق ہی دیا ہوں، جبکہ عورت قسم کھا کر کہتی ہے کہ تین طلاق دیا ہے، کوئی کہتا ہے کہ غصے کی شدت میں طلاق دیا ہوں، جتنے لوگ تین طلاق دینے والے ہوتے ہیں اتنی طرح کی باتیں کرتے ہیں، یہ اس لئے ہوتا ہے کہ من چاہا فتویٰ مل جائے اور جب من چاہا فتویٰ نہیں ملتا ہے تو مفتی صاحبان کو ہی موردالزام ٹھہرا کر طلاق مغلظہ کے بعد پھر عورت کو اپنے پاس رکھ لیتے ہیں اور نہ جانے کتنے رکھے ہوئے ہیں، اس لئے کہ پڑھا لکھا جاہلوں کا ایک طبقہ کہتا ہے کہ جس کے ساتھ زندگی گزارا، طلاق کے تین پتھر مار کر الگ کر دینا عورتوں کی توہین کرنا ہے، اب تو لگتا ہے کہ یہی پڑھا لکھا مگر علم دین سے جاہل ہی فتویٰ لکھیں گے۔

پڑھا لکھا! علم دین سے جاہل طبقہ دین کے بارے میں خوب بولتا، فتویٰ دیتا، ہر مسئلے کو اپنے

ہاتھ میں لیتا، مفکری دکھاتا، دانشوری جتاتا، مگر ان سے پانچ کلمے سن لیجئے یا سنانے کے لئے کہئے تو نہیں سنا پاتا ہے، بڑی بڑی ڈگریاں لینے والوں کی جب شادی کا وقت قریب آتا ہے تو کسی مسجد یا مدرسہ میں مولوی صاحبان کے پاس پہنچتے ہیں اور کہتے ہیں مجھے کلمہ پڑھنا سکھا دیجئے، میری شادی ہونے والی ہے، قاضی صاحب نکاح کے وقت حصول برکت کے لئے کلمہ پڑھاتے ہیں اگر نہیں پڑھنے آیا تو لوگ کیا کہیں گے کہ دولہا میاں کو کلمے بھی نہیں پڑھنے آتا ہے، اور قارئین کرام نے شادی کے موقعہ پر دیکھا ہوگا کہ قاضی صاحب جب دولہے کو کلمہ پڑھاتے ہیں تو ان کو پڑھانے میں کتنی دقتیں ہوتی ہیں، ایک ایک لفظ کو قاضی صاحب متعدد دفعہ پڑھاتے ہیں، پھر بھی دولہا میاں کو نہیں پڑھنے آتا ہے، لگتا ہے کہ یہ مسلمانوں کے معاشرہ سے نہیں بلکہ جنگلیوں کے طبقہ سے دولہا بنا کر محفل میں لایا گیا ہے، اور یہی لوگ ہیں کہ دینی تعلیم حاصل کرنے والوں کو ہنستے، دینی تعلیم کا مذاق اڑاتے ہیں، کلمہ نہیں پڑھنے آتا مگر غلط سلط ہانکتا رہتا ہے کہ اسلام نے ایسا نہیں کہا ایسا کہا ہے، بغیر پڑھا لکھا آدمی کورٹ کا وکیل نہیں بن سکتا یہ بغیر علم دین پڑھے مفتی کیسے بن گیا؟

بظاہر یہ لوگ اپنے آپ کو مفتی نہیں کہتے لیکن اپنے آپ کو مفتی سے کم بھی نہیں سمجھتے بلکہ مفتیوں اور مفتیوں کے فتاوے پر تنقید بھی کرتے ہیں، قرآن و حدیث کی باتوں کا زبان سے نہیں مگر عملاً انکار کرتے ہیں، ایسے لوگ کثرت سے ملیں گے جن کو نہ کلمہ یاد ہوتا ہے نہ نماز پڑھنے کے لئے قرآن پاک کی سورتیں یاد ہوتی ہیں، نہ رکوع کی دعا یاد ہوتی ہے نہ سجدے کی، نہ تحیات یاد ہوتی ہے نہ درود شریف، پھر بھی طلاق کے معاملہ میں یہی طبقہ ثالث بن کر فیصلہ سناتا ہے، اب تو ایسے لوگ جن کا اسلام کے معاملہ میں کوئی کل پرزہ صحیح نہیں ہوتا ہے علماء، ائمہ اور مفتیوں کی گرفت کرنے لگے ہیں، ہمارے معاشرے میں ایسے بھی لوگ مل جائیں گے جو تین طلاق دینے کے بعد بھی عورت کو بیوی کی شکل دے کر رکھ ہوئے ہیں اور کچھ تو نہیں جانتے ہیں مگر یہ کہتے ہیں کہ غصہ میں طلاق دیا تھا، غصہ میں دی ہوئی طلاق نہیں ہوتی ہے، کچھ ایسے بھی ملیں گے جو حلالہ کی

رسم ادا کرتے ہیں اور سامنے والے جو نکاح کرتے ہیں اس سے سختی سے ہدایت کرتے ہیں کہ میری بیوی کو ہاتھ مت لگانا ایسے جاہل کو نہیں معلوم کہ وہ اگر تمہاری بیوی ہوتی تو دوسرے سے نکاح پڑھانے کی ضرورت کیا تھی؟ کچھ نہیں بلکہ بہت سارے ایسے ملتے ہیں جو تین طلاق دے کر نہ جانے کس گھاٹ سے فتویٰ لکھوالاتے ہیں کہ تین طلاق ایک ہی ہوتی ہے، تین طلاق دے کر بھی ان کی زوجیت برقرار ہے، جب کسی نے ان کی نس پر انگلی رکھا کہ جھٹ سے فتویٰ دکھا دیتے ہیں کہ تین طلاق ایک ہی ہے، بہت خوب تم تین بیٹے کو تین، تین بیٹیوں کو تین، تین بھائیوں کو تین، تین بہنوں کو تین، تین مکانوں کو تین، تین گاڑیوں کو تین، تین کلاس کو تین، گنتے ہو تو تین طلاق کو ایک کیسے کہتے ہو، تمہاری مت ماری گئی ہے کیا؟

طرفہ یہ کہ تین طلاق کو ایک ہونے کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیتین اور حدیث پاک بھی پیش کرتے ہیں، اس سلسلہ میں دو آدمی ایک دفعہ آئے اور مسئلہ طلاق وحلالہ کے متعلق پوچھنے لگے کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی ہیں، اب عورت کی بیوی کی صورت میں رہنے اور رکھنے کیا صورت ہے؟ اس میں کا ایک کہنے لگا، صورت ایسی ہو جو حلالہ کی نوبت نہ آئے، میں نے میاں حلالہ سے اتنا کیوں گھبراتے ہو؟ حلالہ کوئی گناہ تو نہیں ہے، تمہارا بدن اور تمہارے کپڑے گندے ہوتے ہیں تو نہاتے ہو کہ نہیں؟ کہنے لگا نہاتا ہوں اور گندے کپڑے بھی دھوتا ہوں۔

میں نے کہا حلالہ کو یوں ہی سمجھو، یہ قرآن کا حکم ہے اور قرآن کا حکم بجالانے میں تم شرمندگی محسوس کرتے ہو، ان دونوں میں سے ایک مجرم تھا جس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔

چوتھا مطالعہ:

طلاق کا علاج

ایک دن پانچ آدمی راقم کے پاس آئے، ان میں سے ایک صاحب نے ایک نوجوان کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ ان کا معاملہ حل کیجئے، میں نے کہا کیا معاملہ ہے؟ نوجوان خاموش تھا، دوسرے نے کہا کہ چھ مہینے قبل اس کی شادی ہوئی تھی اور اس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی ہے، میں نے نوجوان کو مخاطب کرکے کہا کہ کیوں طلاق دیدیا؟ کہنے لگا وہ اپنے میکے میں تھی میرا چھوٹا بھائی اس کو بلانے گیا تو عورت نے کہا کہ میں ابھی نہیں جاؤں گی، تمہارے گھر میں لیٹرنگ نہیں ہے، لیٹرنگ بن جائے گا تب جاؤں گی، اس بات کی اطلاع میرے بھائی نے مجھ کو دی اور مجھے غصہ آگیا اور میں نے طلاق دے دی۔

کتنی طلاق دی؟۔

کہنے لگا تین دی۔

میں نے کہا کہ یہ تو اپنا معاملہ حل کرکے آیا ہے، پھر اس نوجوان سے پوچھا کہ تم کو پانچ کلمے یاد ہیں؟۔

اس نے کہا نہیں۔

چار کلمے؟۔

اس نے کہا نہیں۔

تین کلمے؟۔

اس نے کہا نہیں۔

دو کلمے؟۔

اس نے کہا نہیں۔

پہلا کلمہ؟

اس نے کہا، ہاں! میں نے کہا تم کو تین کلمے یاد نہیں ہیں اور تین طلاق یاد ہے، طلاق کس کو کہتے ہیں؟ طلاق کے کیا معنی ہوتے ہیں؟ چپ خاموش تھا، ان میں سے ایک صاحب نے کہا کہ اس

کا کچھ حل نکالیئے، میں نے کہا دیکھئے آدمی بیمار ہوتا ہے تو ڈاکٹر کے پاس لے جا کر اس کا حل نکالتا ہے، حالتِ نزع میں ہوتا ہے تو آدمی کوشش کرتا ہے، لیکن جب مرجاتا ہے تو کوئی بیوقوف بھی اس کو ڈاکٹر کے پاس لے کر نہیں جاتا ہے، نہ ڈاکٹر سے یہ کہتا ہے کہ اس کے زندہ ہونے کا حل نکالئے، اس نے تین طلاق دے کر اپنی بیوی سے رشتہ توڑ لیا تو اس کا ایک ہی حل ہے حلالہ! لیکن لڑکا حلالہ کے لئے تیار نہیں تھا، اس کے بعد اللہ جانے کیا ہوا اور اس نے کیا کیا۔

آج کل مسلمانوں میں طلاق کی زیادتی دیکھ کر اصلاح معاشرہ کی جانب دھیان دینے والے فکر و تشویش میں مبتلا ہیں، بات بات پر طلاق، میاں بیوی میں تو تو میں میں پر طلاق، بیوی نے میاں کو کچھ کہہ یا تو طلاق، میاں نے بیوی کو کچھ تلخ بات کہہ دی تو بیوی کی طرف سے طلاق کا مطالبہ، جہالت کی حد دیکھئے کہ کئی ایسے شخص نے کہا کہ فلاں کی عورت نے اپنے میاں کو طلاق دیدی، مسلمانوں کے معاشرے میں ایسی جہالت کی باتیں سن کر ہنسی بھی آتی اور افسوس بھی ہوتا ہے، آخر اتنی جہالت کیوں ہے، پڑھا لکھا بہت ہے مگر اسلامی دستور کے جاننے کے معاملہ میں جاہل ہے، دانشور کہلانے والے بھی اس معاملہ میں جاہل نظر آتے ہیں بات صرف یہ ہے کہ وہ دنیا کے سارے دستور کو جانتا لیکن اسلام کے دستور کے بارے زیرو ہے، ہمارے معاشرے میں ڈھونڈنے سے ایسے لوگ بھی مل جائیں گے جو تین طلاق دے کر عورت کو منکوحہ بنا کر رکھے ہوئے ہیں اور بیوی سمجھ کر اس سے بچے پیدا کر رہے ہیں، عورت بھی مجبور ہوتی ہے کہ تین تین بچے کو لے کر کہاں جاؤں، ایسے موقعہ سے ایسی عورتیں بھی جھوٹ کا سہارا لیتی ہیں کہ تین نہیں بلکہ اس نے مجھ کو دو دفع ہی طلاق طلاق کہا تھا۔

طلاق کے معاملے میں لوگ بازار کے بیوپاری سے بڑھ کر جھوٹ بولتے ہیں، کبھی مرد جھوٹ بولتا ہے کہ دو ہی طلاق دی ہے تو عورت قسم کھا کر کہتی ہے کہ نہیں تین طلاق دی ہے، معاملہ زیادہ الجھتا ہے تو اڑوس پڑوس کے مرد و عورتیں گواہی دیتے ہیں کہ میں سنا ہے اس نے تین طلاق دی ہے۔

پانچواں مطالعہ:

عورت نے مرد کو طلاق دے دی

سرخی دیکھ کر چونکئے نہیں! مسلمانوں کی ناخواندگی کی بنا پر ان کے معاشرے میں ایسے ایسے بلبلے بنتے اور پھوٹتے ہیں کہ لوگ تماشا دیکھنے کے لئے پہنچ جاتے ہیں، ایسے تماشے کو دیکھ کر ہنسی بھی آتی ہے اور رونا بھی آتا ہے، اس سے زیادہ افسوس اس وقت ہوتا ہے کہ ایسی طلاق کی خبر لانے والا انگریزی، ہندی یا مراٹھی میڈیم کا پڑھا لکھا، شرعی لباس میں ہوتا ہے، چہرے پر ڈاڑھی ہوتی ہے، اپنے کو دین کا سچا و پکا خادم کہتا ہے، اپنی رگ رگ میں دین کے دانے چمکنے کا دعویٰ کرتا ہے، مولوی، مولانا اور مفتی کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

ایسی ہی صفات سے لیس ایک صاحب عصر و مغرب کے درمیان آئے اور کہنے لگے کہ فلاں کی عورت نے فلاں کو تین طلاق دے دی اور مرد نے قبول کر لیا ہے تو اب ان دونوں کو الگ رہنا چاہئے کہ طلاق ہوگئی، موصوف کی گفتگو سن کر وہی ہنسی اور افسوس کا سنگم گلے ملنے لگا، میں نے کہا طلاق نہیں ہوئی، میری بات سن کر موصوف حیران و پریشان ہوگئے، کہنے لگے طلاق نہیں ہوئی؟ میں نے کہا نہیں ہوئی، کہنے لگے کیوں نہیں ہوئی؟ میں نے کہا طلاق کے سلسلہ میں اسلام نے مرد کو حاکم اور عورت کو محکوم بنایا ہے، عورت کے طلاق دینے سے طلاق نہیں ہوگی، مرد طلاق دے گا جب طلاق ہوگی، موصوف میری باتیں سن کر سٹپٹا سے گئے، کہنے لگے میں نے تو کہہ دیا ہے تم دونوں الگ رہو، طلاق ہوگئی، میں نے کہا آپ نے جو بتایا غلط بتایا ہے، جا کر کے بتائیے کہ تم لوگوں میں طلاق نہیں ہوئی ہے تم لوگ ویسے ہی میاں بیوی ہو جیسا کہ پہلے تھے۔

اس قسم کے اور کئی واقعات مشاہدے میں آئے، برسات کا موسم تھا، موسلا دھار بارش ہو رہی تھی، ایک عورت گود میں ایک چھوٹا بچہ لئے ہوئے آئی، اس کے پیچھے پیچھے اس کا شوہر بھی تھا، آتے ہی کہنے لگی، مولانا یہ میرا آدمی ہے، مجھ کو اس سے طلاق چاہئے، تم کاغذ لکھ دو، میں نے کہا! تم طلاق کیوں لے رہی ہو؟ کہنے لگی، مجھے اس کے ساتھ نہیں رہنا ہے، مرد بھیگی بلّی بنا سب باتیں سن رہا تھا لیکن کچھ بولتا نہیں تھا اس سے پوچھا کہ تم طلاق دینے کے لئے تیار ہو، کہنے لگا نہیں مانتی ہے تو کیا کروں، طلاق دے دوں گا، میں نے کہا! نکاح کس نے پڑھایا تھا؟ عورت کہنے لگی اِس مسجد میں پہلے جو مولانا رہتے تھے انہوں نے پڑھایا تھا، میں نے کہا چلی جاؤ، وہ فلاں جگہ پر رہتے ہیں، وہ مولانا صاحب ہی طلاق نامہ لکھیں گے۔

یہ آزاد معاشرے کی دین ہے، لیکن مسلمانوں کو سمجھ میں نہیں آتا ہے، ایک صاحب سے کہا کہ فلاں فلاں کا بسا بسایا گھر اجڑ رہا ہے، ان لوگوں کو سمجھایئے کہ وہ لوگ آخر ایسا کیوں کر رہے ہیں، موصوف مسکرا کر کہنے لگے، آپ نہیں سمجھئے گا، اس.......کا دل کسی اور مرد کے دل میں پھنس گیا ہے اب ان پھنسے ہوئے دلوں کو کون نکالے گا؟۔

عورت کے طلاق کے مطالبہ کے معاملے مجبوری، ناپسندیدگی کے علاوہ عشق ومحبت کا روگ بھی ساتھ میں لگا ہوا ہے، جو آزاد معاشرے کی دَین ہے، اس میں مرد بھی برابر کے شریک ہیں کہ وہ اپنے دوست، یار اور قریبی رشتہ داروں کو ان پر یقین کر کے اپنے گھر میں موقع اور بے موقع داخل ہونے کی اجازت دے دیتا ہے، یہ بھی اسلامی مسائل سے ناواقفیت اور جہالت کا بڑا سبب ہے، ترمذی شریف کی حدیث ہے کہ "حضور ﷺ نے فرمایا کہ عورت چھپانے کے لائق ہے، جب عورت نکلتی ہے تو اسے شیطان گھورتا ہے" عورت جب غیر مردوں کے سامنے ہوتی ہے تو شیطان عورت کو غیر مردوں کی نگاہ میں بھلی کر دیتا اور مرد اس عورت پر للچا جاتا ہے، پھر تو برائی کا دروازہ کھل جاتا ہے، دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض لوگ اپنی خوبصورت بیوی سے کنارہ کشی اختیار کر لیتے اور دوسری بدصورت عورت پر فریفتہ ہو کر حرام کاری کرتے ہیں، ان باتوں کے مدنظر

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے مسلمانوں کو اس پر عمل کرنا چاہئے کہ وہ نہ کسی کے گھر میں عورت کے قریب جائے نہ اپنے گھر میں عورتوں کے پاس کسی غیر مرد کو آنے دے، نہ رہے بانس نہ باجے بانسری، ایسی بُرائی کا خود بخود خاتمہ ہو جائے گا، اس تعلق سے کسی دوسرے پر یقین کرنا تو دور کی بات ہے اپنے قریبی رشتہ داروں پر بھی یقین نہیں کیا جا سکتا، قریبی رشتے داروں کی کہانیاں بھی اس زمانے میں سننے اور اخباروں میں پڑھنے کو ملتی رہتی ہیں کہ ایسے لوگوں کی نگاہ سے کوئی قریبی رشتے والی نہیں بچتی ہیں۔

چھٹواں مطالعہ:

منگنی ہو گئی لڑکی بیوی بن گئی

یہ وبا پہلے کسی اور قوم میں تھی کہ منگنی کے بعد لڑکا لڑکی کو لے کر ہوٹلوں، پارکوں اور دوسری جگہوں پر لے جا کر بیوی کے جیسا برتاؤ کرتا تھا یہ روایت اُس قوم میں اب بھی برقرار ہے، اس روایت کو اپٹوڈیٹ مسلمانوں نے اُس قوم سے مستعار لیا اور منگنی کے بعد اپنے لڑکے اور لڑکیوں کو آزاد چھوڑ دیا، یہ لڑکے اور لڑکیاں بھی اس آزادی کا فائدہ اٹھا کر نکاح سے پہلے اپنی عصمت گنواں بیٹھے، بات یہاں پر ہی نہیں ٹھہری بلکہ اس کے نتیجے میں بہت ساری لڑکیاں حاملہ ہو گئیں، گھر والوں کو معلوم ہوا تو جلدی سے نکاح پڑھا دیا کہ عیب پر پردہ رہے، لیکن یہ بات مشک کی طرح پھیل گئی، پھر بھی اپٹوڈیٹ طبقہ کی آنکھیں نہیں کھلیں، اب تو اس وبا کی لپٹ میں مسلمانوں کا ہر طبقہ نظر آنے لگا ہے، چاہے وہ امیر ہو یا غریب ہو، فقیر ہو یا مسکین ہو، مزدود ہو یا متوسط ہو، اب تو پانی سر سے اونچا ہوتا جا رہا ہے، سوچئے آخر ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ اس بات کی زیادتی کا پتا راقم کو اس وقت چلا جب کلیان کی مساجد میں "تنظیم علمائے اہل سنت" کا پروگرام ہوتا تھا کئی جگہ لوگوں نے فرمائش کی کہ اس عنوان پر ضرور تقریر کی جائے، کیوں کہ مسلمانوں کے

معاشرے میں منگنی کی رسم کے بعد لڑکے اور لڑکیاں آزادانہ طور پر ملتے اور میاں بیوی کے جیسا برتاؤ کرتے ہیں، ایسی حالت میں دوسری قومیں ہم سے کیا سیکھیں گی؟ اور ایسے نادان کیا سیکھائیں گے؟ کیا ایسی صورت میں ہم اپنے معاشرے کو ارتقاء پذیر کہہ سکتے ہیں؟ جواب یقیناً نفی میں ہوگا، دوسری بات آئینے کی طرح سامنے آتی ہے کہ مسلمانوں کو ارتقاء کی منزل کو پانے کے لئے اسلام کا دامن تھامنا ضروری ہے، بغیر اسلام و شریعت کا دامن تھامے ہوئے ان کو ارتقاء کی منزل نصیب نہیں ہوسکتی اور اسلام کا دامن تھامنے سے پہلے اسلامی تعلیمات کا جام پینا پڑے گا، جب جا کر ہی وہ اسلام کا دامن صحیح طریقے سے تھام سکتے ہیں۔

مسلمانوں میں اسلامی تعلیمات ہوتیں، مسلمان اسلام کے حدود و قیود میں رہتے تو ایسا نہیں ہوتا، مسلمانوں کا اسلام کے حدود و قیود میں رہنا عیب نہیں ہے بلکہ عزت و وقار کی بات ہے، اس کو مسلمان ایک مثال سے سمجھیں، ایئر پلین کے سفر کے لئے مختلف ممالک کے طیارے ہیں، ان میں کام کرنے والیاں ایئر ہوسٹس کے لباس سے ہی ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ فلاں ملک کا طیارہ ہے اور یہ فلاں ملک کا، یہ فلاں ملک کی تہذیب ہے تو یہ فلاں ملک کی، فلاں ملک میں لوگ ایسے کپڑے پہنتے ہیں تو فلاں ملک میں اس طرح کے، یہ طیارہ امریکہ جائے گا اور یہ طیارہ برطانیہ کا ہے، یہ ایئر ویز آسٹریلیا میں لینڈ کرے گا اور یہ طیارہ سعودی عربیہ میں اترے گا، پلین میں بھی امریکہ اور برطانیہ ایئر ہوسٹسوں کے ذریعے سے اپنی ننگی تہذیب کی اشاعت کرتے ہیں، اسی طرح سے سعودی، دوبئ اور قطر کے ایئر ویز میں ایئر ہوسٹسوں کے لباس یہ کہتے ہیں کہ یہ طیارے اسلامی ملکوں میں جائیں گے، ہر ممالک کے جہاز میں ان ملکوں کی تہذیب زندہ ہے، مسلمانوں نے اس سے سبق نہیں لیا اور اپنی تہذیب کو، اپنے اسلام کے احکام کو، اپنی شریعت کے حکم کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کر کے خوش ہیں، ان کی یہ خوشی اس وقت کافور ہو جاتی ہے جب ان کی ایسی حرکتوں پر ان کے دوسرے بیٹے اور بیٹیوں کے رشتے میں دشواری ہوتی ہے، کیوں کہ ایسے لوگوں سے زیادہ اچھے لوگ موجود ہیں جو ایسی حرکت کے کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے

ہیں، نہ ایسے لوگوں کے یہاں اپنی اولاد کی شادی کرتے ہیں۔

اس ترقی پسند دور میں یہ طریقہ زوال پذیری کی نشاندہی کرتا ہے، اسلام میں بغیر نکاح پڑھائے عورت کو ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے، پانی سر سے اونچا ہوتا جا رہا ہے ایسے ماحول میں ایسے مسلمانوں کو چاہئے کہ منگنی کی رسم میں ہی لڑکے اور لڑکی کا نکاح کر دیں کہ ان کے آزاد مزاج لڑکے اور لڑکیاں اسلام کے حدود و قیود میں آزادی منائیں، اس سے بہتر اور کوئی راستہ نہیں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب بندے نے نکاح کر لیا تو اپنا آدھا دین مکمل کر لیا اب باقی آدھے میں اللہ سے ڈرے۔

نکاح کے اس فضائل کو مسلمان بھول کر منگنی کی رسم میں الجھے ہوئے ہیں، نکاح سے شرم گاہ کی حفاظت ہو جاتی ہے، حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شرمگاہ اور پیٹ ہی شیطان کا ہیڈ کوارٹر ہے، اس ہیڈ کوارٹر شرمگاہ کے راستے سے شیطان بڑے بڑے کھیل کھیلتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے (آمین)

ساتواں مطالعہ:

نئی روشنی کی عجیب کہانی

اس دور میں انہونی، ہونی ہو رہی ہے، کبھی کوئی شخص راقم سے مسئلہ پوچھنے آیا تھا کہ ایک عورت تین مردوں کو رکھے ہوئی ہے یا تین مردوں کے ساتھ رہتی ہے، میری حیرانی بڑھی، یا اللہ یہ کیا سنا رہا ہے؟ دو کا کھیل تو پُرانا ہے، لیکن یہ تین کی باتیں کر رہا ہے تو اس کی بات پر یقین کیا جائے یا نہیں؟ میں نے پوچھا کہ دو رکھنے کی کہانیاں تو بہت سنی گئیں، ایک شوہر اور ایک کو لوگ عاشق کہتے ہیں، یہ تیسرے کا نام کیا ہے؟ اس شخص نے کہا کہ ایک شوہر ہے اور دو عاشق ہیں، اس بات

کو عورت کا شوہر بھی جانتا ہے اور دونوں عاشق بھی جانتے ہیں، شوہر کے جانتے ہوئے بھی عورت سکون کی زندگی گزارتی ہے، بڑی منھ پھٹ، لڑاکا طیارہ اور منھ زور ہے، اُس کو نہ اُس کا شوہر کچھ بولتا ہے، نہ محلے کے لوگ اُس عورت کے خلاف زبان کھولتے ہیں، جانتے سب ہیں، مَیں نے کہا! جہاں تک مسئلے کا سوال ہے تو تم بھی جانتے ہوگے کہ عورت کا ایسا کرنا اسلام میں حرام ہے، موصوف نے پوچھا کہ تینوں جب اُس عورت سے ملتے ہیں تو کسی مرد سے وہ حاملہ ہو سکتی ہے ایسی صورت میں اُس سے پیدا ہونے والا بچہ کس کا کہلائے گا؟ میں نے کہا اس کے شوہر کا کہلائے گا۔

اس واقعہ کو سننے کے بعد میں نے سوچا کہ ہمارے ہندوستان کا معاشرہ کیسا ہے کہ اس میں عجیب وغریب کھیل ہوتے ہیں، آخر اس کا شوہر یہ سب جانتے ہوئے کیسے برداشت کرتا ہے، ایک دن مسئلہ پوچھنے والے شخص سے میں نے پوچھا کہ آپ نے جو اس دن جس عورت کے متعلق مسئلہ پوچھا تھا تو وہ عورت ایسا کیوں کررہی ہے اور اس کا شوہر اسے کیسے برداشت کیے ہوا ہے، شخص مذکور کہنے لگے کہ صرف اور صرف روپیہ کے لئے، وہ عورت اُن دونوں غیر مردوں سے پیسے اینٹھتی ہے۔

چند برسوں کے بعد راقم کے سامنے اُس ایک عورت پر تین مرد کے ریکارڈ ٹوٹنے کی خبر آئی تو میں حیران رہ گیا کہ آخر ایک عورت کے پیچھے کتنے مردوں کے سائے منڈلاتے رہیں گے؟ ایک ریکارڈ ٹوٹا اور وہ بھی ریکارڈ توڑنے والی عورت کی پیدائش و پرورش اسلامی ملک میں ہوئی ہے، ذیل کی رپورٹ پڑھ کر اپنا شک دور کیجئے:

اس دور میں انہونی، ہونی ہورہی ہے، کبھی کوئی شخص راقم سے مسئلہ پوچھنے آیا تھا کہ ایک عورت تین مردوں کو رکھے ہوئی ہے یا تین مردوں کے ساتھ رہتی ہے، میری حیرانی بڑھی، یا اللہ یہ کیا سنا رہا ہے؟ دو کا کھیل تو پرانا ہے، لیکن یہ تین کی باتیں کررہا ہے تو اس کی بات پر یقین کیا جائے یا نہیں؟ میں نے پوچھا کہ دو رکھنے کی کہانیاں تو بہت سنی گئیں، ایک شوہر اور ایک

کو لوگ عاشق کہتے ہیں، یہ تیسرے کا نام کیا ہے؟ اس شخص نے کہا کہ ایک شوہر ہے اور دو عاشق ہیں، اس بات کو عورت کا شوہر بھی جانتا ہے اور دونوں عاشق بھی جانتے ہیں، شوہر کے جانتے ہوئے بھی عورت سکون کی زندگی گزارتی ہے، بڑی منھ پھٹ، لڑاکا طیارہ اور منھ زور ہے، اُس کو نہ اُس کا شوہر کچھ بولتا ہے، نہ محلے کے لوگ اُس عورت کے خلاف زبان کھولتے ہیں، جانتے سب ہیں، مَیں نے کہا! جہاں تک مسئلے کا سوال ہے تو تم بھی جانتے ہوگے کہ عورت کا ایسا کرنا اسلام میں حرام ہے، موصوف نے پوچھا کہ تینوں جب اُس عورت سے ملتے ہیں تو کسی مرد سے وہ حاملہ ہوسکتی ہے ایسی صورت میں اُس سے پیدا ہونے والا بچہ کس کا کہلائے گا؟ میں نے کہا اس کے شوہر کا کہلائے گا۔

اس واقعہ کو سننے کے بعد میں نے سوچا کہ ہمارے ہندوستان کا معاشرہ کیسا ہے، کہ اس میں عجیب وغریب کھیل ہوتے ہیں، آخر اس کا شوہر یہ سب جانتے ہوئے کیسے برداشت کرتا ہے، ایک دن مسئلہ پوچھنے والے شخص سے میں نے پوچھا کہ آپ نے جو اس دن جس عورت کے متعلق مسئلہ پوچھا تھا تو وہ عورت ایسا کیوں کررہی ہے اور اس کا شوہر اسے کیسے برداشت کیے ہوا ہے، شخص مذکور کہنے لگے کہ صرف اور صرف روپیہ کے لئے، وہ عورت اُن دونوں غیر مردوں سے پیسے اینٹھتی ہے۔

چند برسوں کے بعد راقم کے سامنے اُس ایک عورت پر تین مرد کے ریکارڈ ٹوٹنے کی خبر آئی تو میں حیران رہ گیا کہ آخر ایک عورت کے پیچھے کتنے مردوں کے سائے منڈلاتے رہیں گے؟ ایک ریکارڈ ٹوٹا اور وہ بھی ریکارڈ توڑنے والی عورت کی پیدائش و پرورش اسلامی ملک میں ہوئی ہے، ذیل کی رپورٹ پڑھ کر اپنا شک دور کیجئے:

''عمان (ایجنسیاں) اردن میں ایک خاتون کی بیک وقت چار مردوں سے شادیوں کا منفرد کیس سامنے آیا ہے، اس عورت نے بیک وقت دو شامی مردوں، ایک اردنی اور ایک سعودی سے شادی کر رکھی ہے اور وہ حاملہ ہے، جس پر اس کے چاروں خاوند، ہو

نے والے بچہ کے باپ ہونے کے دعویدار ہیں، معاملہ اب عدالت میں پہنچ چکا ہے، لندن سے شائع ہونے والے عربی روزنامے ''الحیات'' کی ایک رپورٹ کے مطابق یہ کیس اردن کے شمالی قصبے ''الرمثا'' کی ایک عدالت میں زیر سماعت ہے، ان چاروں مردوں میں سے ہر ایک نے دعویٰ کیا ہے کہ خاتون کو اسی سے حمل ہوا ہے اور ان میں سے ہر مرد اس خاتون کی کسی اور مرد کے ساتھ شادی شدہ ہونے سے متعلق لاعلمی ظاہر کر رہا ہے، عدالت نے اب اس الجھے ہوئے معاملے کو سلجھانے کے لیے ان پانچوں کا ڈی این اے ٹیسٹ کرانے کا حکم دیا ہے، اس خبر کی اشاعت کے بعد بہت سے لوگوں نے حیرت کا اظہار کیا ہے کہ ایک مسلم معاشرے میں بھی اس طرح ہوسکتا ہے کہ ایک عورت نے بیک وقت چار شادیاں کرلی ہیں، واضح رہے کہ اسلام میں مردوں کو تو چار شادیاں کرنے کی اجازت ہے لیکن عورت کی بیک وقت ایک سے زیادہ مردوں کے ساتھ شرعی اور قانونی طور پر شادی کی ممانعت ہے اور اگر کوئی عورت ایسا کرے تو اس کو حرام کاری قرار دیا جاتا ہے اور عورت شرعی سزا کی مستوجب ہوجاتی ہے، اس معاملے پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک شخص کا کہنا تھا کہ یہ ایک خطرناک معاملہ ہے اور قانون دھوکے بازوں کو کوئی تحفظ مہیا نہیں کرتا، ایک اور شخص نے اس شادی کی مذمت کرتے ہوئے اس کو ''پوشیدہ قحبہ گری'' قرار دیا ہے، ایک تبصرہ نگار نے تو عدالت ہی کو آڑے ہاتھوں لیا ہے اور اس کا کہنا تھا کہ کیا عدالت کا فیصلہ اللہ کے قانون کے مطابق ہے یا ہالی ووڈ کے قانون کے مطابق کیا گیا ہے''۔

(روزنامہ راشٹریہ سہارا، ممبئی ایڈیشن۔صفحہ۔۹ آئینۂ عالم۔۲۶ر فروری ۲۰۱۴ء)

ایسے حیرت انگیز واقعات پر مبنی راقم کی تصنیف ''عالمی برادری کا وحشت ناک معاشرہ'' ہے لیکن اُن سارے واقعات پر یہ واقعہ سبقت لے گیا ''سب پر سبقت لے گئی بے حیائی آپ کی'' مسلم معاشرے میں رونما ہونے والے ایسے واقعات کو ہم پڑھتے اور سنتے ہیں تو تکلیف ہوتی

ہے، ساتھ میں یہ بھی احساس ہوتا ہے کہ ہمارا مسلم معاشرہ روبہ زوال ہوتا جارہا ہے، لوگ نکاح وطلاق کے معاملے میں اسلام کی مضبوط دیواروں میں شگاف پیدا کرنے پر تلے ہوئے ہیں، آزاد خیالی اور غیروں کی نقالی کی بنا پر یہ دن دیکھنے پڑرہے ہیں، ایسی عورتوں کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا:

روایت حضرت اسامہ بن زید سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں نے اپنے پیچھے مردوں پر زیادہ مضر عورتوں سے بڑھ کر کوئی نہ چھوڑا'' (مسلم و بخاری)

روایت حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ دنیا میٹھی اور ہری بھری ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ تم کو اس میں دوسروں کے پیچھے مالک کرے گا تو دیکھے گا کہ کیا عمل کرتے ہو لہٰذا دنیا سے احتیاط کرو اور عورتوں کے بارے میں محتاط رہو، کیونکہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں کے متعلق ہوا'' (مسلم شریف و مشکوۃ شریف)

پہلی حدیث پر غور کیجئے کہ مخبر صادق ﷺ نے فرمایا کہ ''میں نے اپنے پیچھے مردوں پر زیادہ مضر عورتوں سے بڑھ کر کوئی نہ چھوڑا'' مطلب یہ ہوا کہ دنیا میں مردوں پر عورتیں بڑے فتنہ کا باعث ہیں، بڑے بڑے پڑھے لکھے اور پارسا لوگ عورت کے چکر میں آکر بے عزت وگمراہ ہوئے اور راستہ بھٹک گئے، عورتوں کی وجہ سے فتنہ وفساد میں مبتلا ہوئے اور قتل ہوئے اور ہورہے ہیں، عورت پر نگاہ پڑتے ہی قابیل نے ہابیل کو قتل کردیا، زمین پر عورت کی وجہ سے یہ پہلا فتنہ تھا، اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا عورتوں کے تعلق سے محتاط رہو، فی زمانہ مردوں نے یہ احتیاط ختم کردیا، فرمانِ رسول ﷺ کو بھلادیا، اسلامی تعلیمات کو بالائے طاق رکھ دیا تو عجیب وغریب واقعات دیکھنے اور سننے کو مل رہے ہیں، اسلامی قوانین کے روبرو لوگ دلیر ہوگئے، اس کی وجہ یہ ہے عبادت وتقویٰ کو چھوڑ دیا تو نفس امارہ مست ہاتھی بن گیا، جو عصمت کی کھیتی پامال کرتا اور کرواتا ہے، اس کا واحد علاج یہ ہے کہ شریعتِ اسلامیہ کو مضبوطی سے پکڑا جائے تاکہ

نفس امارہ پر لگام لگے، ورنہ اس سے بھی بُرے دن دیکھنے پڑیں گے۔

آٹھواں مطالعہ:

خشک کنواں ہی پسند ہے

ایک صاحب اپنی لڑکی کے لئے لڑکا دیکھنے گئے، اور پڑھے لکھے اپٹوڈیٹ قسم کے لوگوں کو ساتھ لے کر گئے، دس آدمیوں میں صرف ایک آدمی اُس صاحب کے رشتے کا قریبی، غریب مگر دیندار نوجوان شامل تھا، لڑکا کے مکان پر پہنچ کر، ناشتہ اور چائے کے بعد لڑکا کو ان لوگوں کے روبرو کیا گیا، کسی نے لڑکا سے اس کا نام اور اس کے باپ کا نام پوچھا، کسی نے تعلیمی لیاقت پوچھی، لڑکا نے کہا بی اے فرسٹ ڈویژن سے پاس ہوں، صاحب کا قریبی رشتہ دار نوجوان خاموش سب کچھ سن رہا تھا، صاحب اس کا دل رکھنے کے لئے اس سے کہا تم بھی اپنا مشورہ دو لڑکا کیسا ہے، تم کو پسند ہے؟ نوجوان نے کہا ماشاء اللہ صورت وشکل کا عمدہ قدوکاٹھی کا اچھا ہے لیکن مجھے لگتا ہے کہ لڑکا جاہل ہے، صاحب نے کہا نہیں نہیں! بی اے، پاس ہے، نوجوان نے کہا ہوگا لیکن مجھے جاہل لگ رہا ہے، صاحب نے کہا! تم لڑکا سے کچھ پوچھنا چاہتے ہو تو پوچھو! جواب نہیں دے گا تب نہ تم جاہل کہو گے؟ یہ سرگوشی بلند ہوگئی، اردگرد کے لوگوں نے بھی کہا کہ پوچھئے آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں، نوجوان نے کہا بابو تیسرا کلمہ پڑھو، محفل میں موجود لوگوں کا کہنا ہے کہ لڑکا یہ سن کر پسینے میں شرابور ہوگیا، لیکن تیسرا کلمہ نہ پڑھ سکا، چونکہ مسلمان صرف دنیاوی تعلیم اور مادی دولت کے جال میں پھنس کر، دینی تعلیم کو سمیٹ کر طاق پر رکھ دیا ہے، بہرحال زمانے کے اصول کے مطابق صاحب کو لڑکا پسند تھا لہذا رشتہ طے ہوگیا۔

مسلمانوں میں دینی تعلیم کا جذبہ دال میں نمک کے برابر بھی نہیں رہ گیا، دینی تعلیم کا شوق سوچکا، محبت مرچکی، عشق فنا ہو چکا ہے، نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ مسلم قوم کے بیشتر لڑکے اسلام سے

ناواقف، پڑھ لکھ کر جاہل گنوار، لچے لفنگے، شرابی کبابی، اوباش وبدمعاش، ڈاکو، لٹیرے، پاکٹ مار اور غاصب بن رہے ہیں، دنیا کی فکر میں ڈوبا ہوا، لیکن دین سے غافل، شریعت کے قوانین سے جاہل ہیں، حالانکہ ہر طرح اور ہر طرف سے وقت آواز دے رہا ہے کہ مسلمانوں تم دین و اسلام کے احکام کو جانوں، سمجھو، پڑھو، لیکن مسلمان جگانے سے بھی نہیں جگ رہا ہے تو اب آپ ہی بتایئے کہ کونسی راہ اپنائی جائے؟

نواں مطالعہ:

خود را فضیحت دیگراں را نصیحت

ایک دن جمعہ کی نماز کے بعد ابھی راقم مصلیٰ ہی پر تھا کہ ایک نوجوان پینٹ اور ہاف ٹی شرٹ پہنے، سر پر رومال باندھے، ڈاڑھی سے چہرہ کو صاف کئے ہوئے تھا قریب آیا یہ جوان ایسی ہیئت میں کسی کروٹ سے ظاہری طور مسلمان نہیں لگ رہا تھا، کہنے لگا اعلیٰحضرت نے مزار پر جانے اور وہاں فاتحہ پڑھنے کے کیا کیا آداب بتائے ہیں؟ میں نے کہا کہ باوضو مزار شریف پر حاضر ہو کر مزار شریف سے چار ہاتھ دور رہ کر فاتحہ پڑھنی چاہئے، صاحب مزار کا جیسا ادب زندگی میں کیا جاتا تھا ویسا ہی بعد وصال بھی ادب کرنا چاہئے، کہنے لگا ہم نے بھی ایسا پڑھا ہے، میرا بھائی بھی عالم ہے، انہوں نے بتایا تو ہم نے اعلیٰ حضرت کی کتاب دیکھی تو ویسا ہی پایا، نوجوان نے ایک مقام کا نام لے کر کہا کہ میں وہاں گیا تو لوگ مزار پر اعلیٰ حضرت کے فتویٰ کے خلاف کر رہے تھے، مجھ سے برداشت نہیں ہوا تو میں نے وہاں کے موذن سے اور امام سے کہا لیکن کسی نے کوئی توجہ نہیں کی، لوگ اعلیٰ حضرت کے فتویٰ کے خلاف کرتے ہیں اور کہئے تو مانتے بھی نہیں ہے، آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

میں نے کہا پہلے آپ اپنا حلیہ درست کیجئے، اعلیٰ حضرت کے فتویٰ کے خلاف آپ نے دیکھا

تو آپ نے فتویٰ دینا شروع کر دیا اور آپ تو پورے اسلام کے خلاف کام کئے ہوئے بیٹھے ہیں، آپ کے جسم پر انگیزوں کا لباس ہے، ڈاڑھی کا صفایا ہے، آپ تو خود اسلامی تہذیب کا جنازہ نکالے ہوئے ہیں، جس پر آپ کو کوئی افسوس نہیں، پہلے اپنے کو ٹھیک کیجئے پھر دوسرے کو ٹھیک کرنے کی کوشش کیجئے گا، میری باتیں سن کر نوجوان اٹھا اور چلتا بنا، اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ہر شخص دوسروں کو سدھارنے پر تلا ہوا ہے خود سدھرنے کی کوشش نہیں کرتا ہے بلکہ وہ جس حلیہ میں ہوتا ہے، اسی کو ٹھیک سمجھتا اور دوسروں کو بے ٹھیک کہتا ہے، ایسے ماحول میں ہمارا معاشرہ اسلامی معاشرہ کا نمونہ نہیں بن سکتا ہے، اب لے دے کر ایک ہی بات رہ جاتی ہے کہ ہم اپنی شناخت چاہتے ہیں تو اسلامی احکام و کردار میں ہم کو ڈھلنا ہوگا اور اس کے لئے دیگر علوم کے ساتھ اسلام کے علوم کو بھی حاصل کرنا پڑے گا۔

بہر حال عام لوگوں کی معلومات کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ کا فتویٰ یہاں پر نقل کیا جا رہا ہے کہ لوگ اسی طرح پر مزار پر جا کر فاتحہ پڑھیں۔

مسئلہ۔ از بنارس، تھانہ بھیلو پورہ، محلّہ احاطہ روہیلہ۔ مرسلہ حافظ عبدالرحمٰن رنوگر۔

حضرت کی خدمت میں عرض ہے کہ بزرگوں کے مزار جائیں تو فاتحہ کس طرح سے پڑھا کریں اور فاتحہ کون کون چیزیں کریں؟

جواب............................

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

حافظ صاحب کرم فرما سلمکم۔

مزارات شریفہ پر حاضری ہونے میں پائنتی کی طرف سے جائے اور کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ پر مواجہہ میں کھڑا ہو، اور متوسط آواز باادب سلام کرے، السلام علیکم یا سیدی و رحمۃ اللہ و برکاتہ، پھر درود غوثیہ ''اللھم صل علیٰ سیدنا ومولنا محمد معدن الجود والکرم وعلیٰ الہ وصحبہ وبارک وسلم'' تین بار، الحمد شریف ایک بار، آیۃ الکرسی ایک بار، سورۂ اخلاص سات بار، پھر درود غوثیہ سات

بار، اور وقت فرصت دے تو سورۂ یٰسین اور سورۂ ملک بھی پڑھ کر اللہ عزوجل سے دعا کرے کہ الٰہی اس قرأت پر اتنا ثواب دے جو تیرے کرم کے قابل ہے نہ اتنا جو میرے عمل کے قابل ہے اور اسے میری طرف سے اس بندۂ مقبول کو نذر پہنچا پھر اپنا جو مطلب جائز شرعی ہو اس کے لئے دعا کرے اور صاحب مزار کی روح کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ قرار دے، پھر اسی طرح سلام کر کے واپس آئے، مزار کو ہاتھ نہ لگائے.... نہ بوسہ دے......اور نہ طواف بالاتفاق ناجائز ہے....اور سجدہ حرام ہے۔

یہ ہیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ کی تعلیمات، ان تعلیمات پر عمل کرنے کے لئے مذکورہ بالا باتوں کو جاننے کے لئے اعلیٰ حضرت کی کتابوں کا مطالعہ کرنا ہوگا اور کتابوں کے مطالعہ کے لئے عمل کا ہونا ضروری ہے، نہیں تو ہماری کمی پر ہم خود تو لکھتے اور بولتے ہیں، دوسرے بھی لب کشائی کرتے ہیں اور مزید کریں گے، اس کی ایک جھلک آٹھواں مطالعہ میں دیکھئے۔

دسواں مطالعہ:

مسلم اور غیر مسلم کا مکالمہ

راقم ایک دفعہ بس میں سفر کر رہا تھا، ایک سیٹ پر ایک طرف ایک عمر دراز غیر مسلم، دوسری جانب ایک نوجوان مسلمان اپنے دونوں ہاتھوں میں مہندی لگائے ہوئے بیٹھا تھا، غیر مسلم نے نوجوان سے کہا! تمہارے مذہب میں مردوں کو مہندی لگانا جائز نہیں ہے، تم کیوں لگائے ہوئے ہو؟ نوجوان بڑی تیزی سے بولا کون کہتا ہے کہ جائز نہیں ہے؟ شخص مذکور نے کہا! اَرے میں کہتا ہوں کہ جائز نہیں ہے، یہ عورتوں کی زینت ہے اور عورتوں کے لئے جائز ہے، لیکن جوان پٹھے پر ہاتھ نہیں رکھنے دیتا تھا، آخر کار عمر دراز غیر مسلم! راقم کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا مولوی صاحب

آپ بتائیے، کیا آپ کے مذہب میں مردوں کو مہندی لگانا جائز ہے؟ میں نے کہا نہیں، شخص مذکور نے نو جوان سے کہا سنو میں پندرہ سال کی عمر سے مولویوں کے ساتھ رہتا ہوں ان لوگوں سے سن سن کر میں تمہارے مذہب کے بارے میں بہت کچھ معلومات حاصل کئے ہوا ہوں کہ تمہارے مذہب میں کیا کیا چیزیں جائز اور کیا کیا چیزیں ناجائز وحرام ہیں۔

غور طلب بات ہے کہ غیر مسلم نے تو مولویوں کی صحبت میں رہ کر دین کے احکام معلوم کر لئے، لیکن افسوس کی بات ہے کہ جس کے گھر میں قرآن جیسی عظیم کتاب ہو، احادیث پاک کے ذخائر ہوں، دینی واسلامی کتابوں کے انبار ہوں، باوجود اس کے مسلمان اپنے دین کے تعلق سے کچھ نہیں جانتے ہوں تو یہ افسوس کی بات ہے، اس کی وجہ ظاہر ہے کہ مسلمانوں میں اول چیز نہ دینی تعلیم ہے اور نہ دینی ماحول اور نہ مطالعہ کا شوق، نہ صحبتِ علما کا کالم ہے نہ معلومات حاصل کرنے کا ذوق، وہ قوم جاہل اور معلومات سے خالی نہیں ہوگی تو کیا ہوگی؟

ایسے موقع سے سلجوقیوں کی تاریخ یاد آتی ہے، وہ جنگجو قوم جس کے ہاتھ میں ہمیشہ تیر، تلوار، بھالے اور ہتھیار رہتے تھے، تہذیب وتمدن سے خالی وہ قوم جب ایمان لائی اور امور سلطنت کی باگ ڈور جب ہاتھ میں لی تو عالموں اور فاضلوں کو اپنے دربار میں اکٹھا کر لیا ان عالموں اور فاضلوں نے اس خانہ بدوش قوم کو اسلامی رنگ میں رنگنے کی دعوت دی اور وہ قوم اسلام کے رنگ میں رنگ گئی، آج ہماری قوم کیوں نہیں رنگتی ہے؟ اس سوال کا جواب ہمیں اس طرح سے دیا جاتا ہے کہ اس طرح کے صاحبِ کردار اور دیندار عالم وفاضل اب نہیں ملتے ہیں۔

ارے! سب نہیں ملے تو دس میں ایک بھی نہیں ملے، بیس میں بھی نہیں ملے، تیس، چالیس اور پچاس میں بھی ایک نہیں ملے؟ اگر نہیں ملے تو تم نے ڈھونڈا ہی نہیں، شریعت وسنت کے پابند اسی طبقہ میں، شب بیدار بھی اسی جماعت میں، خوفِ خدا سے ڈرنے اور اشک بہانے والے بھی اسی گروہ میں، نوافل وتہجد گزار بھی اسی ٹولی میں، امانت دار بھی اسی غول میں ملیں گے، یہاں تک کہ ولایت پر فائز بھی مل جائیں گے، لیکن تمہاری حرماں نصیبی کہ تم نے ایسے کی صحبت اختیار کی جو خود

ہی بگڑا ہو، دنیا دار ہے جو دین کے پردے میں دنیا داری کرتا مکار وفریب کار ہے، لوگ اُسے دین دار سمجھتے اور وہ پکا دنیا دار ہوتا ہے، ہر دور میں کچھ نہ کچھ مکار وفریب کار، دغا باز وچالباز رہے ہیں تو انہیں دیکھ کر تم سب کو ویسا ہی سمجھتے ہو تو یہ تمہاری بہت بڑی بھول ہے۔

اگر تمہیں علماء کا کردار نہیں بھایا تو تم نے خود سے اپنے اندر وہ کردار کیوں پیدا نہیں کیا کہ تم پر لوگ رشک کرتے.... تم نے اسلامی احکامات کی کتابوں کو مطالعہ کیوں نہیں کیا کہ تم اسلامی احکامات سے بخوبی واقف ہوتے.... ندامت وشرمندگی نہ دیکھنی پڑتی.... غیر تم پر نہیں ہنستے.... جہالت کی کوٹھری میں رہ کر بھی تم اپنے کو علم داں سمجھنے لگے.... علماء کے سر پر چڑھنے لگے.... علما کو ہی بُرا کہنے لگے.... علماء کے کردار کا حساب لگانے بیٹھے تو سب کے کھاتے میں تمہیں کھٹائی ہی کھٹائی نظر آئی.... اب اسی کھٹائی کو چاٹ رہے ہو۔

آج کل نو جوان مسلمانوں کے ہاتھوں میں عورتوں کی طرح مہندی رچی ہوئی رہتی ہے، پوچھئے بھائی تم نے مہندی کیوں لگالی ہے تو جواب ملتا ہے میری بیگم لگا رہی تھی تو مجھ کو بھی لگا دیا، جیسا میاں ویسی ہی بیگم ہے تو حال کیا ہوگا، آج کل تو مسلمان جوانوں اور عمر درازوں کی کلائی میں غیر مسلموں کی طرح دھاگے بندھے ہوئے، کڑے پڑے ہوئے اور سر سے پیر تک نہ جانے کتنی طرح کی ناجائز چیزیں پڑی ہوئی ہوتی ہیں، یہ ایسے امراض ہیں کہ ہم خود ہی علاج نہیں کریں گے تو یہ مرض لا علاج ہوتا جائے گا، نو جوان دوستو! اُٹھو اور تم اپنے مرض کو دفع کر کے سچے اور پکے اسلام کے بہادر سپاہی بن جاؤ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔

مسائل نہ جاننے اور ان سے لاپرواہی برتنے کی بنیاد پر مسلمانوں میں بہت ساری خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں، ایک شخص نے ایک صاحب کو وضو کرتے دیکھا اور وضو کے بعد کہا کہ آپ نے جو پاؤں دھوئے ہیں تو آپ نے تلوؤں پر ہاتھ نہیں پھیرا، نہ انگلی کا خلال کیا، یہی وجہ ہے کہ آپ کے تلوؤں کے نیچے کا کچھ حصہ سوکھا رہ گیا ہے، پھر سے وضو کر لیجئے لیکن صاحب نے اسے وقار کا مسئلہ بنالیا اور کہنے لگے میاں تم اپنا وضو درست کرو، میں کوئی نیا نمازی نہیں ہوں جو تم مجھ کو سکھار

ہے ہو، چالیس سال سے نماز پڑھتا ہوں، مذکورہ شخص ہکابکا رہ گیا اور یہ کہہ کر اس معمر آدمی کو خاموش کیا کہ چچا میں نے تو حق اور سچ کہا ہے لیکن آپ چالیس سال سے نماز پڑھ رہے ہیں اور آپ کا وضو صحیح نہیں ہو سکا، آج کے بعد سے آپ کو کچھ نہیں کہوں گا، مجھے آپ معاف کیجئے، یہ ہوئی صحیح تبلیغ! لیکن ان میں بعض تو خود راہ پر نہیں ہیں لیکن اپنی برتری جمانے کے لئے تبلیغ کا ڈھونگ رچاتے ہیں لیکن زبان نہیں کھولتے ہیں، خود عمل نہیں کرتے مگر لوگوں کو عمل کی دعوت دیتے ہیں، خود نہ جانے کتنے گناہوں میں گرفتار ہیں اور لوگوں کو گناہوں سے باز رہنے کو کہتے ہیں، بہر حال اصل بات یہ ہے کہ مسلمان نوجوان کو مسائل جاننے کی کوشش کرنا چاہئے تاکہ مسائل سامنے آجائیں تو رسوا نہ ہونا پڑے۔

دوسری بات یہ ہے کہ پہلے خود اپنے کو عمل کے سانچے میں ڈھالیں پھر دوسروں کو عمل کی دعوت دیں تو بات مفید ہوگی، اور لوگ آپ کا کہنا مانیں گے، بے عمل کی باتوں کی طرف کوئی دھیان نہیں دیتا ہے آج ہر گلی میں تبلیغ کا کام ہو رہا ہے پھر بھی برائیاں بڑھتی جا رہی ہیں، غور کیجئے کہ آخر ایسا کیوں ہو رہا ہے، ہم میں کمیاں کہاں پر ہیں کہ لوگ راہ پر نہیں آ رہے ہیں، ہر طرف افراتفری کا ماحول کیوں ہے لوگ ہم پر یقین کیوں نہیں کر رہے ہیں۔

گیارھواں مطالعہ:

قول و فعل کا تضاد

قول و فعل کا تضاد عام ہو گیا اور عام ہوتا جا رہا ہے، یہ مہلک بیماری سب کو لگ گئی ہے، مگر اپنے کو بیمار کوئی نہیں کہتا ہے، نہ سمجھتا ہے، سب سمجھتے ہیں کہ ہم بھلے چنگے ہیں، ہم تزکیۂ نفس کو بھول گئے، خرافات میں ڈوب گئے، تو بیماری کو بیماری ہی نہیں سمجھتے ہیں، ہم وہ حکیم ہیں جو دوسروں کا

علاج کرنا جانتے ہیں اور خود اپنے مرض کی جانب دھیان نہیں دیتے ہیں، ہماری روح بیمار ہے اور ہم خود کو یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری روح صحت مند ہے، کیا ہماری عقل ماری گئی ہے، ہم کب تلک دوسروں کے عیب پر جھانکتے اور اپنے عیب پر پردہ ڈالتے رہیں گے؟

ایک شخص خود کو نیک و متقی اور پارسا کہتا تھا، لب سڑک کرسی لگا کر بیٹھا کرتا تھا، لوگوں کی عیب جوئی اور نکتہ چینی خاص مشغلہ تھا، چغلی نہیں مگر لوگوں کی غیبت ضرور کرتا تھا، اگر کسی مسلمان کی شادی میں ناچ گانے، ڈھول تاشے، باجے گاجے اور آتش بازی ہوتے دیکھتا تو ''توبہ توبہ'' کرتا تھا اور کہتا تھا ایسے مسلمانوں کے یہاں کھانا بھی جائز نہیں ہے، یہاں تک تو اس کا کہنا صحیح تھا کیوں کہ اسلام ان واہیات و اسراف سے سخت منع کیا ہے، ایسے واہیات کے کام میں دولت برباد ہوتی ہے اور نام و نمود کے علاوہ کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا ہے، شریعت کے خلاف کام کرنے کے پاداش میں اعمال کے دفتر گناہوں سے پُر ہوتے ہیں، غربا و فقرا و مساکین اور دینی کاموں پر دولت صرف کرنے سے نیکی میں اضافہ ہوتا ہے، لیکن مذکورہ بالا کاموں پر دولت لٹانے سے گناہ ہی گناہ ملتے ہیں، مذکورہ شخص کے مذکورہ کاموں پر توبہ توبہ کہنے کا عمل اچھا تھا لیکن اس پر قائم بھی رہا جائے، لیکن موصوف قائم نہ رہ سکے، ان کے بیٹے اور رشتے داروں کی شادی میں وہی سب کچھ دیکھا گیا جس پر موصوف توبہ توبہ کرتے تھے ہمارے معاشرے میں قول و فعل، تضاد بیانی اور تضاد عمل کرنے والوں کا ایک بڑا گروپ ہے کہ وہ جو کام دوسروں کے لئے پسند نہیں کرتا ہے خود عمل کرتا یا کبھی کبھی کر لیتا ہے تو وہ جلی سرخیوں میں آجاتا ہے، اس پر سے لوگوں کا اعتبار اُٹھ جاتا ہے، ایسے شخص کو لوگ مثالوں میں پیش کرتے ہیں کہ فلاں بڑا دین دار اور اسلام پرست بنتا ہے جس کام پر لوگوں کو ہنستا اور برا کہتا تھا وہ کام تو وہ خود کیا اور کرتا ہے۔

اس ایک شخص کو بطور نمونہ کے پیش کیا گیا، ورنہ ایسے کاموں کے کرنے والوں کی تعداد نہ کرنے والوں سے زیادہ ہے، اس بات پر ہم سب کو سوچنا ہے کہ آخر یہ بلا کیسے دور ہوگی؟

ہر ایک طبقہ اور فرقہ ایک دوسرے پر نگاہ رکھتا ہے اور وقت ملتے کے ساتھ اپنے دوستوں اور

احباب کی محفل میں اس کی آموختہ خوانی شروع کر دیتا ہے کہ فلاں نے فلاں کی محفلوں میں ایسا ایسا ہوا جو شریعت کے خلاف ہے لیکن وہی آموختہ خوانی والے حضرات ایسے کاموں میں ملوث پائے جاتے ہیں تو پھر کوئی نہ کوئی اس کی نبض پر انگلی رکھتا ہے تو وہ پھر وہ گھگھیانے لگتے ہیں، اس کی مثال یہ ہے کہ کلیان میں جب ''عید میلاد النبی ﷺ'' کا جلوس نکلتا ہے تو لوگ جگہ جگہ پانی، شربت اور کھانے پینے کا بندوبست کرتے ہیں اور جلوس میں شامل لوگوں کو پانی اور شربت پلاتے ہیں، جس پر جلوس کے مخالف لوگ طعنہ زنی کرتے ہیں کہ یہ لوگ حضور ﷺ کے نام پر جلوس نکالتے اور شریعت وسنت کے خلاف کام کرتے ہیں کہ کثرت سے لوگ کھڑے کھڑے کھاتے اور پیتے ہیں، تنقید صحیح ہے، لیکن یہ تنقید اس وقت مفید ثابت ہوگی جب کہنے والے خود ان باتوں پر عمل پیرا ہوں گے، ایسا کہنے والے عقیدے کے لوگوں کو ۲۱۔۲۲۔۲۳ مارچ ۲۰۱۴ء کے دنوں میں دیکھا گیا کہ لوگ کلیان کے اجتماع میں آئے ہوئے تھے ان آنے والے مہمانوں کے لئے کلیان کے اکثر ناکے پر پانی پلانے کا انتظام کیا گیا تھا لیکن بیٹھنے کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا تھا اور لوگ کھڑے کھڑے مزے لے لے کر پانی پیتے تھے، ایسے موقع کے لئے کہا گیا ہے کہ ''چھلنی کیا بولے جس میں بہتر سو چھید'' ایسے کھیل ہمارے معاشرے میں بہت ہوتے ہیں۔

قول وفعل کا تضاد تو عوام سے لے کر علما کی جماعت تک میں پایا جاتا ہے، قول وفعل کا خاتمہ اجتماع اور تبلیغ سے نہیں دور ہوگا جب تک ہر فرد خود اپنا تجزیہ نہیں کرتا، اپنے آپ کو سدھارنے کی کوشش نہیں کرتا یہ مہلک مرض بڑھتا ہی رہے گا، اچھا بندہ وہی ہے جو اپنے قول کو اپنے فعل سے ملائے ہوا ہے اور فعل پر قول صادر کرتا ہے۔

بارھواں مطالعہ:

اللہ بچائے

قارئین کرام! آپ نے بیشتر لوگوں کی زبان سے سنا ہوگا کہ اللہ بچائے، کس چیز سے بچائے؟ گھر میں ٹی وی رکھنے اور ٹی وی دیکھنے سے، غیبت کرنے اور غیبت سننے سے، حرام کی کمائی کمانے اور کھانے سے، ودیگر گناہوں سے بچائے، ارادہ اچھا، خیالات اچھے ہیں، لیکن ایسے لوگ بیوی اور بچوں کے دباؤ میں ٹی وی خرید لیتے، گھر میں رکھتے، شوق سے دیکھتے اور پروگراموں کی تعریف کرتے ہیں، اب ان سے پوچھئے کہ آپ تو پہلے ٹی وی رکھنے والوں کو برا کہتے تھے، اب آپ نے ٹی وی بھی خرید لیا، پروگرام دیکھتے بھی ہیں اور اس کی تعریف بھی کرتے ہیں۔ آخر ایسا کیوں؟ جواب میں کہتے ہیں، کیا کیا جائے دَور ہی ایسا آگیا ہے کہ نہ خریدیئے تو بچے دوسروں کے گھروں میں جا کر دیکھتے ہیں اور دوسرے گھر والے بچوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں، مجبوری یہی تھی جو مجھے بھی ٹی وی لینا پڑا، مجبوری کا میدان دکھا کر آپ نے لوگوں کو خاموش کر دیا، بیوی بچوں کے ساتھ آپ بھی اپنے شوق کو پورا کر رہے ہیں اب آپ یہ نہیں کہتے ہیں کہ اللہ بچائے بلکہ اس کی تعریف کرتے ہیں، آپ کا نفسِ امارہ آپ سے جو چاہے کروالے، اور آپ نفس کی فرمابرداری میں لگے ہوئے ہیں، اور آپ کو سمجھ میں بھی نہیں آرہا ہے، اس معاملے میں پڑھے لکھے اور جاہل دونوں طبقے شامل ہیں، جاہل لوگ مجبوری کا میدان دکھاتے اور حیلے بہانے سے کام لیتے ہیں تو پڑھا لکھا طبقہ کسی مفتی کا فتویٰ پیش کرتا ہے، یہ حیلے بہانے نہیں تراشتا بلکہ بے جان سی دلائل لاتا ہے، اور کہتا ہے اب وہ زمانہ نہیں ہے یہ ترقی کا دَور ہے نئی ایجادات سے فائدہ اٹھانا چاہیئے اور وہ فائدے جب برائیوں کے دروازے کھولتے ہیں تو نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کے نفس کو طاقت ور بنا دیتے ہیں تو نفس اپنی خوراک کا مطالبہ کرتا ہے اب اس مطالبہ پر عشق و

محبت کا بازار گرم ہوتا ہے، اس گرما گرمی میں ایسے ایسے واقعات ہوتے ہیں کہ لکھتے ہوئے شرم آتی ہے، اب لوگ سارے فتاوے اور دلائل کو بھول جاتے ہیں، یہ پڑھے لکھے لوگوں کی نگاہیں صرف فتویٰ پر ہوتی ہیں، فتویٰ کے پسِ منظر اور پیشِ منظر پر نہیں ہوتی ہے، مفتی نے مطلق کہا تھا کہ ٹی دیکھ سکتے ہیں، یہ تو نہیں کہا تھا کہ اس پر فلم بھی دیکھو، عریاں تصویر بھی، بلو فلم بھی دیکھو، رنگین مزاجی بھی، سکیس بھی دیکھو، مانا کہ آپ اس سے پرہیز کرتے اور جوان بچوں کو تنبیہ بھی کرتے ہیں، لیکن یہ کب تک ہوتا ہے جب تک آپ گھر میں رہتے ہیں، آپ گھر سے اپنے کاروبار پر گئے، ڈیوٹی پر گئے تو نوجوان بچے آپ کی تنبیہ پر قائم نہیں رہتے ہیں وہ ٹی وی پر سب کچھ دیکھتے ہیں اور وہ منظران کے قدم کو استقامت و پاکیزگی سے ہٹا دیتے ہیں پھر وہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں چھپ چھپا کر وہ سب کچھ کر لیتے ہیں جو شرعی اور اخلاقی طور پر قبیح ہوتے ہیں، لوگ کہتے ہیں وہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ایسا کیوں کرتے ہیں؟ جدید نسل بے باک، آوارہ اور بدچلن ہوگئی ہے، یہ سب کہہ کر آپ اپنی جان نہیں چھڑا سکتے ہیں، کسی بینا آدمی کی آنکھ پر پٹی باندھ کر اور اس کو نابینا بنا کر دو چار گھنٹے رکھئے تو وہ گھبرا جائے گا وہ آنکھ سے پٹی کھولنے کی راہ ڈھونڈے گا، اسی طرح سے بلوغیت کی صفت کو کوئی کب تک دبا کر رکھے گا، یہ نعمت بھی ہے اور وبال بھی، اسی لئے اسلام کہتا ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں بالغ ہو جائیں تو ان کی شادی جلدی کر دو، جو والدین اپنے بچوں کی شادی بلوغیت کے بعد جلدی کر دیتے ہیں تو وہ اپنے بچوں کو واقعی نعمت کے گھر میں پہنچا دیتے ہیں اور پھر اس نعمت میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے اور جو والدین اپنے بچے اور بچیوں کی عمر ۲۵۔اور ۳۰ سال ہو جانے کے بعد بھی کہتے ہیں کہ یہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں، کوئی جاب مل جائے، کہیں ملازمت سے لگ جائیں، کوئی کاروبار کر لیں تو شادی کر دوں، ایسی بلوغیت وبال ہے جو وبال لے کر آتی، ناجائز طور پر ناجائز جگہ پر چمکتی، کڑکتی، گرجتی اور بجلی گراتی ہے۔

اس عجیب دور میں لوگ بھی عجیب ہوتے جارہے ہیں، لوگ جاہلوں سے فتویٰ پوچھتے اور جاہل فتوی بتاتے ہیں، جب سے جاہلوں نے ٹی وی رکھنے اور دیکھنے کے جائز ہونے کا فتوی دیا

ہے، لوگ بے دھڑک کہتے ہیں، میاں فلاں مولانا نے ٹی وی دیکھنے اور رکھنے کا فتویٰ دیا ہے، الیکٹرونک میڈیا سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور لوگوں کو فائدہ پہنچانا چاہئے، لیکن میرا سوال ہے کہ نقصان کا بھرپائی کون کرے گا؟

کسی مولوی یا مقرر کی زبانی غیبت کی ممانعت کی بات یا تقریر سن کر کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو جگہ جگہ یہ کہہ کر اپنی پارسائی کا اعلان کرتے ہیں کہ غیبت کرنے اور سننے سے اللہ بچائے، اور واقعی اللہ بچائے کیوں کہ غیبت کے بارے میں قرآن مجید میں ہے:

وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ"

(سورہ حجرات، آیت ۱۲)

ترجمہ! اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے یہ تو تمہیں گوارا نہ ہوگا"۔

قارئین کرام! قرآن مقدس کی آیت اور اس کا ترجمہ آپ نے ملاحظہ فرمالیا، اب آپ غور کیجئے کہ غیبت کتنی بڑی بُرائی ہے، اوّل تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کی غیبت کرنے سے منع کیا اور اگر کوئی شخص کسی کی غیبت کرتا ہے تو گویا وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاتا ہے، اگر کسی کے سامنے مردہ کا گوشت لا کر رکھا جائے اور اسے کہا جائے کہ کھاؤ تو کیا وہ کھائے گا؟ نہیں کائے گا، کیوں کہ اس میں بدبو اور سرانڈ ہوتی ہے جس سے ابکائیاں آنے لگیں گی اور جی متلانے لگے گا، غیبت اسی کے مثل ہے لیکن اس کی بدبو اور سرانڈ سے ہماری قوت شامِعہ لاعلم ہے اس لئے غیبت کی بدبو اور سرانڈ کا علم نہیں ہوتا ہے۔

غیبت ایسی بُرائی ہے جس سے بچنے کے لئے حضور ﷺ نے صحابہ کرام سے **فرمایا کہ بتاؤ غیبت** کیا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا اَللّٰه وَرَسُوْله اَعْلَم اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے **ہیں،** حضور ﷺ نے فرمایا ذکرک اخاک بمایکرہ اپنے بھائی کا ایسا ذکر جسے وہ ناپسند کرے،

صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اگر وہ بات اس شخص میں پائی جاتی ہو تو بھی اس کا ذکر غیبت میں شمار ہوگی حضور ﷺ نے فرمایا اگر وہ بات اس میں پائی جاتی ہے اور تو اس کا ذکر کرے تو تو نے غیبت کی اور اگر وہ بات اس میں نہیں پائی جاتی ہو تو تو نے اس پر بہتان باندھا۔

آیت کی تفسیر میں علامہ پیر محمد کرم شاہ لکھتے ہیں:

"قرآن کریم نے لوگوں کو غیبت سے متنفر کرنے کے لیے ایک ایسی تشبیہ دی جس کو سن کر کوئی سلیم الطبع غیبت کی طرف راغب نہیں ہوسکتا، فرمایا کیا کوئی شخص انسانی گوشت کھانا پسند کرے گا اور انسان بھی وہ جو مردہ ہو اور مردہ بھی وہ جو اس کا بھائی ہو۔ اسی چیز کو ایک مرتبہ حضور ﷺ نے اک اور انداز سے بیان فرمایا کہ جب ماعز نے اعترافِ زنا کیا اور حضور ﷺ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا..... تو حضور ﷺ نے سنا کہ دو آدمی آپس میں اس طرح گفتگو کر رہے ہیں کہ اس شخص کی طرف دیکھو جس کا گناہ اللہ تعالیٰ نے ڈھانپ دیا تھا۔ مگر اس نے خود انکشاف کیا، پھر اسے اس طرح سنگسار کیا گیا جس طرح کتے کو کیا جاتا ہے، حضور ﷺ نے یہ بات سنی اور خاموش رہے، پھر کچھ وقت حضور ﷺ چلتے رہے یہاں تک کہ ایک مردار گدھے کے پاس سے گزرے فرمایا فلاں فلاں آدمی کہاں ہیں؟... ان دونوں نے عرض کیا یارسول اللہ ہم حاضر ہیں، فرمایا اترو اور اس مردار گدھے کو کھاؤ، وہ کہنے لگے اے نبی اللہ اس مردار کو کون کھاتا ہے... حضور ﷺ نے فرمایا **فمانلتمامن عرض اخیکمااشدمن الاکل منه والذی نفسی بیده انه الأن لفی انهار الجنة یَنْغَمِسُ فیها** ۔ یعنی تم مُردہ گدھا کھانے سے تو نفرت کرتے ہو لیکن اپنے بھائی کی عزت پر جو تم نے حملہ کیا ہے وہ مردار کھانے سے بھی زیادہ بدتر ہے، پھر فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، وہ تو اس وقت جنت کی نہروں میں نہا رہا ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ غیبت کبیرہ گناہوں سے ہے، اگر کوئی شخص غیبت کر بیٹھے تو وہ توبہ کرے اگر ہو سکے تو جس کی غیبت اس نے کی ہے اس سے

بخشوائے۔

حضرت حسن بصری سے مروی ہے کہ غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ جس کی غیبت تم نے کی ہے اس کے لیے بکثرت مغفرت کی دعا مانگو" (مذکورہ آیت کی تفسیر دیکھئے)

یہ ہیں غیبت کے تعلق سے حضور ﷺ کی ہدایتیں، جن کو علما پڑھتے اور عوام کو سناتے ہیں، اس کے باوجود ہر طبقہ میں غیبت کی وبا عام ہے، یہ بغیر لذت کے گناہ ہیں، غیبت کے متعلق علامہ احمد یار خاں نعیمی مذکورہ آیت کی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں "غیبت گناہ ہے مگر بے لذت، بے فائدہ جیسے مرے بھائی کا گوشت کھانا، زنا اور سود گناہ ہیں مگر زنا میں لذت اور سود میں کچھ مالی فائدہ تو ہے" مگر غیبت میں کچھ بھی فائدہ نہیں ہے پھر بھی لوگ مزے لے لے کر ایک دوسرے کی غیبت کرتے ہیں، عام کی محفل میں بھی یہی ہوتا اور خاص کی محفل میں بھی یہی آگ لگی ہوئی ہے، غیبت کرتے وقت عام وخاص سب بھول جاتے ہیں کہ غیبت کے کیا کیا نقصانات ہیں اور ہمارے آقا ﷺ نے اس کے متعلق کیا ہدایتیں دی ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو غیبت سے بچنے کی توفیق عطا کرے (آمین)

تیرھواں مطالعہ:

ضروری نہیں

مسلمانوں میں ایک طبقہ ایسا بھی ہے کہ اس کو مسئلہ پڑھنے اور سیکھنے کے لئے وقت نہیں اور ٹی وی دیکھنے کے لئے وقت ہے۔ گانا گنگنانے کے لئے وقت ہے۔ کلمہ یاد کرنے کے لئے وقت نہیں ہے، آج کل تو مذہبی تعلیم سے لاتعلق رہنے والا خاندانی جاہل بھی ٹی وی دیکھ دیکھ کر عالم ہی نہیں مفتی بن گیا ہے، اور اپنی خودساختہ مفتی گیری پر اتنا مست ہے کہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتا ہے، مسئلہ سمجھ میں آئے نہ آئے، مسئلہ کی نوعیت کیا ہے کچھ بھی نہیں معلوم ہے، مگر لوگوں کو سمجھاتا

ضرور ہے، حرام کو حلال اور حلال کو حرام کرتا ہے، اس کی طبیعت جو پسند کرتی اسی کو کرتا اور اہم سمجھتا ہے، جس پر طبیعتِ بیمار مائل نہیں ہوتی ہے اس کے تعلق سے کہتا ہے یہ ضروری نہیں، مثلاً نماز پڑھتا ہے ٹوپی نہیں پہنتا، کہتا ہے ضروری نہیں، ظہر کی اوّل اور آخر کی سنتیں نہیں پڑھتا ہے، کہتا ہے ضروری نہیں، کھانا کھاتے وقت سر پر کپڑا، رومال یا ٹوپی نہیں رکھتا ہے، کہتا ہے ضروری نہیں، مسئلے بتاتا ہے اور ڈاڑھی چھلواتا ہے، کہتا ہے ڈاڑھی رکھنا ضروری نہیں، قرآن پڑھنا نہیں جانتا، مگر قرآن کے حوالے سے مسئلے ضرور بتاتا ہے، کسی نے کہا قرآن پڑھنا سیکھ لو، کہتا ہے پڑھنا ضروری نہیں، اصل میں ایسے لوگ آدھا تیتر آدھا بٹیر ہوتے ہیں، یہ فیشن زدوں کا طبقہ ہے جو اسلام کو بھی فیشن زدہ بنانا چاہتا ہے، ایسے لوگ ہر طرح کی محفل میں آنے جانے کو اپنی شان سمجھتے ہیں، مسلمانوں کی محفل میں مسلمانی طرز کو اپنا لیتے ہیں، غیر مسلموں کی محفل میں جاتے ہیں تو ترقی یافتے دہریے بن جاتے ہیں، ان کے نفس امارہ کو جو پسند آجاتا ہے اسی کو وہ اسلام سمجھتا ہے، جو پسند نہیں آتا یا نفس پر گراں گزرتا ہے اسے نظر انداز کر دیتے ہیں، ایسے لوگوں کی چلے تو یہ جلد ہی اسلام کی جڑ اکھیڑ دیں، ایسے لوگوں سے خدا بچائے (آمین)

چودھواں مطالعہ

دھوکہ، فریب اور غصب

ہمارے معاشرے میں دھوکہ، فریب اور غصب کے واقعات تو روزانہ ہی ہوتے رہتے ہیں اور ہر ذی شعور ایسے لوگوں اور واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، اس کام میں ہر طبقہ کے کچھ نہ کچھ لوگ ضرور ملوث ہیں، کچھ لوگوں نے اس کام کو باضابطہ پیشہ بنا لیا ہے، ایسے لوگوں کو نہ قوم کی رسوائی کا خیال ہے نہ آخرت کا ڈر ہے، ایسے لوگوں نے اپنی زندگی میں کبھی نہ کبھی، کہیں نہ کہیں پر کسی کی زبان سے دھوکہ، فریب اور غصب کے وعید کے متعلق ضرور سنا ہوگا، ایسے لوگ انسانیت کے قاتل ہیں جو کسی طبقہ کو نہیں چھوڑتے ہیں، ان میں ایسے ظالم بھی ہیں جو اپنے ماں باپ، بھائی

بہن، بیوی بچوں، رشتے داروں، دوست و احباب کو بھی دھوکہ دیتے ہیں، عام لوگ تو ان کے شکار بنتے رہتے ہیں، ایسے لوگ خَلق میں بدترین لوگ ہیں، ایسے لوگوں کے تعلق سے مخبر صادق حضور ﷺ نے فرمایا: آخر زمانہ میں کچھ لوگ ظاہر ہوں گے جو دین کے بہانے دنیا کمائیں گے، لوگوں کے سامنے بھیڑیوں کی کھال پہنیں گے، ان کی زبان شکر سے زیادہ میٹھی ہوں گی، اور ان کے دل بھیڑیوں کے سے ہوں گے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا مجھ سے دھوکہ کھاتے ہیں، یا مجھ پر جرأت کرتے ہیں، میں اپنی قسم فرماتا ہوں کہ ان پر انہیں ہی سے ایسا فتنہ بھیجوں گا جو بربادو حیران کر کے چھوڑے گا، (ترمذی، مشکوۃ)

حدیث پاک پر غور کیجئے اس میں پہلی بات تو یہ کہی گئی ہے کہ دین کے بہانہ سے دنیا کمائیں گے، اس میں جھوٹے عالم، فریبی فقیر اور دین کا لباس پہن کر بعض سیاسی رہنما سب کے سب شامل ہیں جو دین کے پردے میں خوب دنیا کما کر اونچے مکان میں رہتے ہیں لوگ کہتے ہیں کہ حضرت جی نے کیا ترقی کی ہے اور حضرت جی کبھی پیچھے پلٹ کر نہیں دیکھتے ہیں کہ ہم کیا کر رہے ہیں ہم کو یہ نہیں کرنا چاہئے۔

دوسرا جز ہے کہ وہ بھیڑیوں کی کھال پہنیں گے اور واقعی وہ بھیڑیے کی کھال پہنے ہوئے ہیں، ان کے حلیہ پر غور کیجئے تو لمبا کرتا، لمبی داڑھی، نرم گفتار، شیریں مقال، عاجزی و تواضع کا مجسمہ، تارک الدنیا معلوم ہوتے ہیں اور جب موقع مل جاتا ہے تو لوگوں کی دولت اور عصمت سب پر ہاتھ صاف کر دیتے ہیں پھر تو لوگ مولویوں، عالموں، پیروں، فقیروں اور صوفیوں کے نام سے ہی نفرت کرنے لگتے ہیں۔

تیسرا حصہ یہ ہے کہ ان کی زبان شکر سے زیادہ میٹھی ہوں گی، تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں دس بیس نہیں بلکہ ہزاروں نہیں کروڑوں نے آزمایا کہ ایسے لوگوں کی زبان کی مٹھاس دیکھ کر بڑے بڑے پارسا بھی شرمندہ ہو جاتے ہیں، یہ لوگ بڑے بڑے پیروں کے حلوے میں سیندھ لگا دیتے ہیں لیکن جب اپنے مقصد پر اتر آتے ہیں تو وہی معتقدین لاٹھی اور ڈنڈے لے کر ان

کو ڈھونڈتے ہیں۔

چوتھا ٹکرا ہے کہ ان کے دل بھیڑیوں کے سے ہوں گے، ایسے لوگوں کے دل کو بھیڑیئے کے دل کی تشبیہ دی گئی، اس لئے کہ یہ لوگ بالکل بھیڑئے کی صفت کے ہوتے ہیں، بھیڑیا دھوکہ باز، فریب کار، حیلہ ساز ہوتا ہے، آہستہ چلتا ہے ایسے کہ اس کے پاؤں کی آہٹ بھی نہیں سنی جاتی ہے، دھوکہ دے کر جھپٹ کر شکار کو دباتا ہے، شکاری ہے لیکن دھوکہ باز اور حیلہ ساز ہوتا ہے، یہ لوگ بھی ایسے ہی ہوتے ہیں۔

پانچواں جز ہے کہ ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا مجھ سے دھوکہ کھاتے ہیں'' مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ میرے تحمل اور میری ڈھیل سے دھوکہ کھاتے ہیں، ایسے لوگوں کے کے لئے لوگ کہتے ہیں کہ اس نے ایسا کیا، اس نے ایسا کیا، لیکن کہاں کچھ ہوتا ہے، اس پر بلا نہیں آتی، وہ مصیبت میں گرفتار نہیں ہوتا، ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے تحمل اور اس کی ڈھیل سے دلیر ہو جاتے ہیں، یہ لوگ ہمیشہ دلیر نہیں رہتے کیوں حدیث کہہ رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ''میں اپنی قسم فرماتا ہوں کہ ان پر انہیں میں سے ایسا فتنہ بھیجوں گا جو برباد حیران کر کے چھوڑے گا'' ایسے لوگوں کو آخرت میں جو سزا ہوگی وہ تو ہوگی ہی، وہ لوگ اپنے کئے کی سزا دنیا ہی میں پاتے ہیں بلکہ ان کی وجہ سے دوسرے لوگ بھی اس کی سزا کی لپیٹ میں آجاتے ہیں، ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ ظالم بادشاہ کو مسلط کر دیتا ہے یا ان کے کرتوت کی وجہ سے قوم میں خون خرابہ اور فساد برپا ہوتے ہیں یا قحط سالی ہوتی یا وبائی بیماریاں پھیلتی ہیں، جس سے بڑے بڑے حوصلے والے لوگ بھی حیران رہ جاتے ہیں، ان ساری باتوں کو ملاحظہ کرنے کے بعد اب آیئے ہم اپنے معاشرت کا مطالعہ کرتے ہیں، ایسے لوگوں سے امیر و غریب، فقرا و مساکین، ائمہ و مدرسین، خطبا و مقررین سب کو پالا پڑتا ہے، بہت سارے بچ جاتے اور بہت سارے لٹ جاتے ہیں، راقم کو بھی ایسے دھوکہ باز، فریب کار اور غاصب سے پالے پڑ چکے ہیں اور ایسے متعدد واقعات کو لوگوں نے راقم بیان کیا اور راقم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا بھی ہے اور لوگوں کی زبانی سنا بھی ہے، ان میں سے بعض واقعات

ایسے ہوئے ہیں اور ہوتے ہیں کہ دیکھنے اور سننے کے بعد دل چھلنی اور آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں، لیجئے اب چند واقعات کا مطالعہ کیجئے۔

ایک دوسری ریاست کے رہنے والے ایک صاحب جن سے راقم کی بھی شناسائی، جان پہچان تھی، ان کی چھ لڑکیاں اور ایک لڑکا تھا، موصوف جس ریاست کے رہنے والے تھے اس ریاست میں لڑکی کی شادی میں جہیز کی موٹی رقم دینی پڑتی ہے، اسی غرض سے موصوف بیرونِ ملک کمانے کے لئے گئے، یہ واقعہ ۱۹۸۳ یا ۱۹۸۴ء کا ہے، تین سال باہر رہ کر تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپے اکٹھا کیا کہ وطن پہنچ کر کم از کم دو لڑکیوں کی شادی کر دوں گا، تین سال کے بعد جب لوٹے تو ممبئی میں اُترے، ممبئی میں موصوف کے ایک پُرانے دوست تھے وہ بھی ایک دوسری ریاست کے تھے، اس سے جب ملے تو اس نے کہا کہ میں نے ٹریولیس کھولا ہے، تم بھی اس میں روپے لگاؤ، منافع میں دونوں آدمی آدھا آدھا بانٹ لیں گے، موصوف تین سال کی کمائی دوست پر یقین کر کے دوست کو دے دی، دوست نے سبز باغ دکھایا، لیکن دس دن کے بعد ڈیڑھ لاکھ کی رقم لے کر چمپت ہو گیا، ایسے وقت میں موصوف اپنا ہوش و حواس کھو بیٹھے، رونے کے علاوہ کوئی کام ہی نہیں تھا، گاؤں جانا بھول گئے، پھر گھومتے گھامتے حضرت مخدوم ماہمی کے آستانہ پر پہنچ گئے، وہاں بھی ایسی ہی حالت تھی، تفکر میں ڈوبے ہوئے گم صم رہتے تھے، وہاں ایک فقیر بھی رہتے تھے، جب موصوف سو جاتے تو وہ فقیر جاگ کر ان کو دم کرتے تھے، فقیر نے ان کو تسلی دی اور کہا کہ اپنا غم و درد مجھ کو بتائیے، بہت کہنے سننے کے بعد موصوف نے بتایا، ان کے گاؤں کا پتا لیا ان کے گھر پر خط لکھا، گھر کے لوگ آئے ان کو پکڑ کر گھر لے گئے، ڈاڑھی، مونچھ اور سر کے بال اور ہاتھ پاؤں کے ناخن ایسے بڑھے ہوئے تھے کہ لوگ پہچانتے نہیں تھے، بچے، بوڑھے، جوان جو بھی ملتے ان کو پکڑ کر رونا شروع کر دیتے تھے، آخر ہمارے معاشرے میں ایسے لوگ کیسے پیدا ہوئے اور ہوتے ہیں؟ یہ ایک اہم سوال ہے، ہم اس کی گتھی سلجھانے کی کوشش کرتے ہیں تو یہ اور الجھتا جا رہا ہے، ایسا صرف جہالت کی بنیاد پر نہیں ہوتا ہے بلکہ پڑھے لکھے اور دھرم مذہب سے منسلک

لوگ بھی ایسا کرتے ہیں، لے دے کر کے ایک ہی آئینہ سامنے آتا ہے کہ ہم نے خوفِ خدا کو دل سے نکال دیا ہے، اگر ہمارے دل میں خوفِ خدا ہوتا تو ہم ایسا نہیں کرتے۔

ایک حاجی صاحب رمضان شریف کے مہینہ میں مدرسہ کی وصولی کرنے کے لئے آتے تھے، انہوں نے اپنی ذاتی زمین پر مدرسہ اور مسجد بنوایا تھا، انہوں نے اپنے حج کرنے کی کہانی سنائی جو بہت ہی دردناک تھی، ایک دفعہ نہیں تین دفعہ لوگوں نے دھوکہ دیا، آخری دفعہ کے دھوکہ سے موصوف اس قدر بدل ہوگئے کہ ریل کی پٹری پر کٹنے کے لیے سوگئے، ان کے خویش واقارب ان کو پکڑ دھکڑ کر ان کے گاؤں پہنچایا، شرم کے مارے چھ ماہ تک گھر سے نکلے نہیں، آخر موصوف کے پیرومرشد نے ان کے حج کا کام کراکر ان کو حج کے سفر پر بھیجا، جو آدمی پیسہ پیسہ جمع کر کے یا زمین بیچ کر حج کے سفر کا انتظام کرتا ہے اس کے ساتھ ایسا دھوکہ ہو تو اس پر کیا گزرے گا؟

تجارت اور کاروبار کے نام پر دھوکہ، شادی بیاہ کے نام پر فریب، مکان ودوکان کے نام پر لُوٹ گھسوٹ، لین دین کے نام پر بے ایمانی تو بہت پہلے ہے اور دنیاداری کے نام پر آنکھ اور کان بند کر کے سب کچھ برداشت کررہے تھے، لیکن اب تو زکوٰۃ وفطرہ کی وصولی میں بدنیتی، قربانی اور چرم قربانی میں فریب، مساجد ومدارس بنانے کے نام پر دھوکہ دہی، حج وعمرہ کے نام پر لوٹ وگھسوٹ شروع ہوجائے تو آدمی کس پر اور کس طبقہ پر یقین کرے؟ اے لوگو! ایسا کیوں کرتے ہوتے کیا تمہارا پیٹ جانوروں بھی بڑا ہوگیا؟ جو رزق حلال سے نہیں بھرتا ہے کہ حرام کے کاموں کو پیشہ بنالیا ہے........اپنے کلمہ گو بھائیوں کو کیوں ستاتے اور پریشان کرتے ہو؟ اللہ تعالیٰ کے یہاں کیا جواب دوگے؟ کیا تمہیں مرنا نہیں ہے؟

آدمی کو آدمی کہیں پر نہیں بخشا ہے، مرنے کے بعد آخری منزل تک نہیں بخشا، آخر انسان کی انسانیت کہاں چلی گئی، کس نہج پر پہنچ گئی ہے، اس باب میں بڑے حیرت انگیز واقعات کے مشاہدے ہوتے اور سننے کو ملے۔

پندرھواں مطالعہ:

غوث وخواجہ وغیرہم کی حاضری کا معمہ کیا ہے؟

مہاراشٹر میں یہ بات اکثر سننے اور دیکھنے کو ملتی ہے کہ فلاں شخص پر غوثِ پاک کی حاضری آتی ہے تو فلاں آدمی پر خواجہ غریب نواز کی حاضری ہوتی ہے، فلاں شخص پر فلاں بزرگ حاضر ہوتے ہیں، اس باب میں ہندو مسلم کی کوئی قید نہیں ہے، جن لوگوں پر حاضری ہوتی ہے ان لوگوں میں سے شاید ہی کوئی پاک وصاف رہتا ہوگا، جن پر حاضری ہوتی ہے، ان میں سے اکثر شرابی جواڑی ہوتے ہیں، مسلمان ہے تو نماز روزہ سے عاری ہوتا ہے، ان مردوں کی صف میں عورتیں بھی شامل ہیں جو کہتی ہیں کہ مجھ پر غوث پاک اور خواجہ غریب نواز کی حاضری ہوتی ہے، کسی کے اوپر جمعرات کے دن، کسی کے اوپر جمعہ کے دن اور کسی کے اوپر پیر کے دن حاضری کا یہ کھیل ہوتا ہے، جب حاضری ہوتی ہے تو ان کے گرد دکھیارے لوگوں کی بھیڑ لگتی ہے، کوئی اپنے کاروبار کے برباد ہونے، کوئی کاروبار نہ چلنے، کوئی کاروبار کے ٹھپ ہونے، کوئی زمین میں خزانہ کے چھپے ہونے، کوئی صحت کے نہ رہنے، کوئی بچوں کے آوارہ ہونے، کوئی عاشق کو پانے، کوئی محبوبہ سے ملنے، کوئی شوہر کے التفات نہ کرنے، کوئی گھر میں برکت نہ ہونے، کوئی نوکری پانے، کوئی بیدیش جانے کے متعلق سوال کرتا ہے، ان سب کو حاضری والے اور حاضری والیوں کی طرف سے جواب دیا جاتا ہے، کسی کو نیبو اُتار کر کاٹنے، کسی کو بکرا چڑھانے، کسی کو سات ہفتہ تک غوث پاک کے نام فاتحہ کرانے، کسی کو خواجہ غریب نواز کی نیاز کرانے، کسی کو بلی دینے، کسی کو روپے لانے، کسی کو گیارہ، پندرہ اور اکیس ناریل پھوڑنے، کسی کو چھ کیلو پیاز لانے کے لئے کہا جاتا ہے، غوث وخواجہ کی حاضری ان میں سے کسی کو نماز پڑھنے، روزہ رکھنے، پاک صاف رہنے،

گناہوں سے توبہ کرنے ،اللہ سے ڈرنے ،شراب نہ بیچنے ،نہ پینے ،جوانہ کھیلنے ،پاکٹ نہ مارنے ، غریبوں کونہ ستانے ،چارسوبیسی نہ کرنے کے لیےنہیں کہتے ،یہ عجب معاملہ ہے ،نہ سمجھ میں آنے والی بات ہے۔

ایک شخص پانچ چھ جلیبی لیے ہوئے مسجد میں آیااور موذن صاحب کہا کہ خواجہ صاحب کے نام سے فاتحہ کردو،آنے والے شخص سے راقم نے اُس کا نام پوچھا،اُس نے جونام بتایا اُس سے معلوم ہوا کہ وہ غیر مسلم ہے،اُس نے خود ہی کہا کہ ہر جمعرات کو مجھ پر خواجہ غریب نواز کی حاضری آتی ہے،راقم نے کہا کہ شراب پیتے ہو؟ اُس نے کہا کبھی کبھی پیتا ہوں،پھر خود ہی کہا کہ اب نماز پڑھنے کا خیال ہے،راقم نے کہا نماز پڑھنے کے لئے اسلام قبول کرنا پڑے گا،اُس نے کہا ایسا خیال تونہیں ہے،دیکھیں گے،اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا خواجہ غریب نواز ایسے لوگوں پر ہی آتے ہیں جونہ پاک صاف رہتا ہے،شراب بھی پیتا ہے،اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، آخر یہ معمہ کیا ہے؟

ایک صاحب اسی چکر میں تھے،ان کے ایک رشتہ دار نے اُس صاحب کوراقم کے پاس بھیجا، موصوف نے اپنی جوداستان سُنائی وہ طویل ہے،قصہ مختصر یہ کہ انہوں نے کہا کہ جس خاتون پر غوث پاک کی حاضری آتی ہے وہ میرے گھر کی ماضی وحال کی ساری باتیں بتاتی ہے وہ کہتی ہے کہ تمہارے گھر کے فلاں گوشے میں دفینہ ہے مگر اس کے لئے دوٹانگ کی قربانی مانگتی ہے، میں نے پوچھا دوٹانگ کی قربانی کیا ہے؟ کہنے لگے آدمی،میں نے ان کو کہا کہ آپ غور کیجئے وہ غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ جو پوری زندگی انسان اور انسانیت کو بچانے میں لگے رہے،وہ آدمی کی قربانی کیسے مانگ سکتے ہیں؟اس شیطانی کھیل کوآپ نہیں سمجھ سکیں گے،میری بات موصوف کی سمجھ میں آئی،لیکن راستے جاکراپنے رشتہ دار سے کہنے لگے کہ مولانا صاحب کا کہنا توصحیح ہے لیکن پھروہ عورت میرے گھر کی باتیں کیسے بتلاتی ہے؟ اتنا سمجھانے کے بعد بھی موصوف شش وپنچ کے شکار ہی رہے،ایسے وقت میں مجھے ایک مداری کا واقعہ یادآتا ہے،ایک گاؤں میں ماں باپ

کا ایک اکلوتا بیٹا کا انتقال ہوگیا،جس کا افسوس پورے گاؤں والے کو تھا،عرصہ تک اسی کا چرچا ہوتا رہا،ایک دن ایک مداری اسی گاؤں میں آرہا تھا،چند عورتیں گاؤں کے کنارے کھڑی ہوکر اسی لڑکے کا تذکرہ کررہی تھیں،مداری نے وہاں پر کھڑے ہوکر ساری باتوں کو بغورسن لیا،چلتے وقت عورتوں سے لڑکا اور اس کے باپ کا نام پوچھ لیا اور گاؤں میں آکر اپنا کھیل دکھانا شروع کیا، مداری کے ساتھ ایک لڑکا بھی تھا،مداری نے لڑکا کو ایک ٹوکری سے ڈھانپ دیا پھرلڑکے سے پوچھا بتاؤ دومہینے پہلے اس گاؤں ایک بہت بڑا حادثہ ہوا تھا وہ حادثہ کیا تھا؟

ٹوکری میں بندلڑکے نے کہا۔ایک آٹھ سالہ لڑکا پانی میں ڈوب کر مرگیا یہ بہت بڑا حادثہ ہوا۔

مداری نے کہا اس لڑکے کا نام کیا تھا؟

ٹوکری میں بندلڑکے نے کہا،فلاں۔

مداری نے پھر پوچھا لڑکے کے باپ کا نام بتاؤ؟

ٹوکری میں بندلڑکے نے چھٹ سے نام بتادیا۔

اس کے بعد مداری نے کہا میرے پاس ایک تعویذ ہے آپ لوگ خرید کراپنے اپنے بچوں کے گلے میں ڈالیں بچہ ناگہانی آفت ومصیبت سے محفوظ رہے گا،بس پھر کیا تھا دھڑادھڑ اس کی تعویذ بکنے لگی اور چند منٹوں چندسوروپے کی تعویذ بیچ کر گاؤں سے روانہ ہوا،گاؤں کے ایک عقل مند نے اس کا پیچھا کیا اور گاؤں سے باہر جاکر مداری کو روکا اور پوچھا کہ تمہارے پاس کونسا عمل ہے جس سے تم نے اس لڑکے کے ڈوبنے،مرنے،اس کے اداس کے باپ کا کا نام بتایا ہے؟

مداری نے کہا ہمارے پاس کوئی عمل نہیں ہے،گاؤں میں آنے سے پہلے چند عورتیں یہ باتیں کر رہی تھیں جس کو میں نے غور سے سنا پھران عورتوں سے بچہ اور اس کے باپ کا نام پوچھ لیا،پیٹ بھرنے کے لئے یہ سب کرنا پڑتا ہے۔

بات آپ کو سمجھ میں آئی تو ٹھیک ہے اورنہیں آئی تو حاضری پر حاضری لگاتے رہئے،مگر حاضر کچھ نہیں ہوگا،نہ خزانہ ملے گا،نہ دفینہ نکلے گا،نہ بلا ٹلے گی،نہ تو اگرم ہوگا،سالوں بھرنماز و

روزے سے غافل ہی نہیں بلکہ شراب وتاڑی پینے والے بھی عاشورہ کے دن سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا بھگت بن جاتا ہے، چہرے پر ہرا، پیلا کپڑے ڈال لیتا، گردن ہلاتا، خاموش رہتا اور وقفے وقفے سے نعرہ لگاتا ہے کہ اس پر امام حسین کی حاضری آگئی، اب آپ اپنا منشا کہئے وہ حل بتائے گا، بعض دفعہ کہتا ہے پانچ سو یا ہزار روپے دو تب بتاؤں گا، کئی لوگوں نے تو یہ بتایا کہ جب ہم اس کے قریب گئے تو اس کے منہ سے شراب کی بدبو نکل رہی تھی، پیٹ بڑا پاپی ہے، جو چاہتا ہے کرالیتا ہے۔

جس عورت ومرد پر حاضری آتی ہے، ان میں سے بیشتر مال ودولت کے معاملے میں سوکھے ہوئے درخت کی مانند تھے، حاضری کا کاروبار شروع ہوا کہ مال ودولت کا باغ ہرا ہوگیا، خالی پیٹ اور نفس امارہ کو اور کیا چاہئے؟

سولھواں مطالعہ:

تناسخ، ولادت معنوی، مؤکلین یا ڈھونگ؟

آخر یہ حاضری ہے کیا؟ تناسخ (روح کا ایک قالب سے دوسرے قالب میں جانا) ولادتِ معنوی پاک یا ولادتِ معنوی ناپاک، شیخ سدّو یا مؤکلین یا ڈھونگ ہوتا ہے؟ اسلام میں تناسخ جائز نہیں، ولادتِ معنوی پاک، کے وہ لوگ حامل واہل نہیں، ولادتِ معنوی ناپاک ہوسکتی ہے، شیخ سدّو کا فریب بھی اور ڈھونگ تو کثرت سے شامل ہے، ان چیزوں کے نہ سمجھنے سے اچھے اچھے پڑھے لکھے اور عالم وعامل بھی گمراہ ہوگئے، اسلام تناسخ (روح کا ایک قالب سے دوسرے قالب میں جانا) کو مانتا ہی نہیں ہے تو یہ بات سرے سے غلط ہے کہ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی اور حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہم یا کسی دوسرے بزرگ کی حاضری کو صحیح مانا جائے، تناسخ حُلول ہے اور حُلول کا مطلب یہ ہوا کہ شرابی، کبابی، ناپاک لوگوں میں

بزرگوں کی روح داخل ہوگئی ہے، یہ محال ہے، اس محال کو نہ سمجھنے کی بنا پر لوگ حاضری والے کے گرد پھیرے لگاتے رہتے اور گمراہ ہوتے ہیں۔

اوپر لکھا جاچکا ہے کہ ولادتِ معنوی پاک، کے وہ لوگ حامل واہل نہیں ہیں، اس تعلق سے راقم اپنی بات نہ لکھ کر یہاں پر فخر العارفین حضرت سید شاہ محمد عبدالحیٔ رحمۃ اللہ علیہ کی وہ بات نقل کر دیتا ہوں جو انہوں نے ''پاک ولادت معنوی'' کے تعلق سے تحریر فرمایا ہے:

''جو لوگ خداوند تعالیٰ کی رضاجوئی کے ساتھ اس کے اوامر بجالاتے ہیں اور اس کے غضب سے ڈر کر نواہی سے اجتناب کرتے ہیں اور محض رحمت کے بھروسے پر اس کی عبادات میں سرگرم رہتے ہیں تو حق سبحانہٗ تعالیٰ کے اسمِ جمالی کا بحرِ ذخار جوش زن ہوکر ان پر ہمیشہ رحمت کا مینہ برساتا ہے....اور وہ ہمیشہ ہدایت پر ثابت قدم رہتے ہیں اور خدا کے پاک مقبول بندوں میں گنے جاتے ہیں....ان ہی حضرات میں سے بعض کو خداوند تعالیٰ پاک ولادت معنوی نصیب کرتا ہے....پاک ولادت نصیب ہونے سے لوگ ولی، قطب، غوث ہوجاتے ہیں....اور جس طرح امتی اپنے نبی کی، مرید اپنے پیر کی، عاشق اپنے معشوق کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں اور ان لوگوں کے اعتقاد ومحبت میں ہمیشہ زیادتی ہوتی جاتی ہے...اسی طرح مولود معنوی اپنے والد معنوی سے (یعنی جس نے ولادتِ معنوی پائی ہے) کی ظاہراً اور باطناً تعظیم وتکریم کرتے اور پہلے سے زیادہ اُن کے معتقد ہوجاتے ہیں اور نہایت عجز وانکساری سے ان کے ساتھ پیش آتے ہیں'' (رازفنا)

حاضری والے لوگوں کے یہاں اوامر پر نہیں بلکہ نواہی ہی نواہی پر عمل ہوتا ہے یا یوں کہئے کہ وہ لوگ نواہی بجالاتے اور اوامر سے اجتناب کرتے ہیں، اس پر طرفہ یہ کہ عوامی طبقہ ان حاضری والوں کی باتوں پر اس قدر یقین کرتے ہیں کہ اس کو بیان نہیں کیا جاسکتا، اگر وہ دین کی باتوں پر اتنا یقین کرتے تو ثواب کے مستحق ہوتے، بہر حال پاک ولادت معنوی کے متعلق آپ نے پڑھ لیا اب ناپاک ولادت معنوی کے متعلق بھی ملاحظہ کیجئے جو فخر العارفین حضرت سید شاہ محمد عبدالحیٔ

رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے:

"جو شخص اپنی خود بینی کے باعث خداوند تعالیٰ کے غضب سے بے خوف اور اس کے اوامر ونواہی سے غافل ہو کر ایزد لم یزل کی شان عظیم اور اس کے حبیب ﷺ کو جو باعثِ ایجاد کون ومکان ہیں ان کی شانِ پاک اور انبیاءِ کرام اور اولیائے عظام کی جناب میں بے ادبی اور نافرمانی اور گستاخی کرتا ہے تو خدائے تعالیٰ کے اسم جلالی کی آتشِ قہر مشتعل ہو جاتی ہے اور وہ موردِ غضب الٰہی ہو کر گمراہ اور خستہ وخراب حال ہو جاتا ہے۔

ناپاک ولادتِ معنوی ایسے ہی لوگوں میں سے بعض کو حاصل ہوتی ہے جس سے وہ دجال بن کر ہزارہا مخلوقِ خدا کو گمراہ اور راہِ راست سے برگشتہ کر دیتے ہیں اور بایں حالت وہ اپنے کو ہدایت اور سیدھی راہ پر گمان کرتے ہیں، ایسے شخص کے دل میں خدا کا خوف نہیں رہتا اور اپنے والد معنوی، یعنی جس سے کہ اسے ناپاک ولادت حاصل ہوئی ہے کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے... اور اس کے ساتھ بے ادبی اور غرور سے پیش آتا ہے اور اپنے کو اس سے بہتر اور افضل جانتا اور ظاہر کرتا ہے" (رازِ فنا)

تناسخ اور ولادتِ معنوی میں یہ فرق ہے کہ تناسخ کا عقیدہ رکھنے والے یہ کہتے ہیں کہ ایک کی روح دوسرے میں داخل ہوتی ہے اور ولادت معنوی میں ایک کی قوت متاثرہ سے دوسرے میں بھی وہی قوت پیدا ہو جاتی ہے جسے روح کی صفت کہا جاتا ہے۔

جن میں اچھے بھی ہوتے ہیں اور خبیث بھی، اسی میں سے شیخ سدو کی ایک قسم ہے، کہا جاتا ہے کہ وہ جس پر حاضر ہوتا ہے تو اکثر کہتا ہے کہ میرے نام کی فاتحہ کراؤ، میں فلاں بزرگ ہوں، میرے نام پر میلا کرو.... میں فلاں بزرگ ہوں، فلاں جگہ پر مزار بناؤ کہ فلاں بزرگ اسی جگہ پر رہتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

اس طرح سے نہ جانے کتنے فرضی مزارات اور درگاہیں بن گئیں، جہاں اب دھوم دھام سے عرس وصندل منائے جاتے، گاجے باجے اور تاشے کے شور سے شہرت دی جاتی ہے، اس کام

میں ملوث صرف مسلمان ہی نہیں غیر مسلم بھی ملوث ہیں، وہ بھی اپنے گھر اور آنگن میں فرضی مزار بنا کر کوئی فلاں بابا تو کوئی فلاں بزرگ کے نام سے مشہور کیے ہوئے ہیں۔

وہ کون ہوتا ہے جو کہتا ہے کہ ہم فلاں بزرگ ہیں تو ہم فلاں بزرگ؟ اس میں تو کچھ شیطانی کھیل بھی ہے اور کچھ معاملات ایسے ہیں کہ مؤکل یا مؤکلین رکھنے والا عامل جب مر جاتا ہے تو اس کے مؤکلین کسی نہ کسی کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں، جس کی طرف منتقل ہوتے ہیں اس کو آواز دیتے ہیں، کبھی سامنے حاضر ہو جاتے ہیں، چونکہ وہ اپنے عمل سے اس کو حاصل نہیں کیے ہوتے ہیں اس لئے آواز سن کر اور دیکھ کر آدمی ڈر جاتا ہے، پھر آہستہ آہستہ ان کی آوازوں کا عادی ہو جاتا ہے، آواز میں عجیب وغریب باتیں بھی ہوتی ہیں وہ جو کہتے کبھی ویسا بھی ہوتا ہے، لیکن اس کی بات بالکل سچ نہیں ہوتی ہے، جس کی طرف مؤکلین منتقل ہوتے ہیں وہ مؤکلین اور اس کی آواز کو کوئی بہت بڑی شے سمجھ کر پھولے نہیں سماتا، پھر وہ ایسی ایسی باتیں کرتا ہے کہ گمراہی کے غار میں گرتا ہے، مرزا غلام احمد قادیانی بھی اسی چکر میں گمراہ ہوا، اس پر جو مؤکلین منتقل ہوئے اس کو پہچانا نہیں اور اس کو فرشتے خیال کر کے وحی آنے کا دعویٰ کیا، ان میں ڈھونگی لوگ بھی ہوتے ہیں جو روپے کمانے کے لئے ڈھونگ رچاتے ہیں، اس طرح سے ہمارے سماج میں آئے دن ایک نئی بُرائی جنم لیتی رہتی ہے جس کے خاتمے کی امید نظر نہیں آتی ہے، اس سلسلہ میں ذیل کا واقعہ ملاحظہ کیجئے۔

سترھواں مطالعہ:

نور سے گھر بھر جاتا ہے

راقم کا ایک مقتدی تھا، پڑھا لکھا کتنا تھا، راقم نے کبھی اس سے نہیں پوچھا، عمر پینتالیس یا پچاس کے درمیان تھی، غریب تھا، ہاتھ گاڑی پر گھوم کر چھوٹا موٹا دھندا کرتا تھا، پینٹ شرٹ پہنتا

تھا، چہرے پر داڑھی نہیں تھی، نماز پڑھتا تھا، کبھی کوئی ضروری بات یا مسئلہ پوچھنا ہوتا تو جماعت کے بعد مسجد ہی میں پوچھ لیتا تھا، ایک دن ظہر کے بعد اُس وقت آئے جب راقم کھانا کھانے کے لئے بیٹھا ہوا تھا، راقم نے خیریت پوچھی، موصوف نے کہا سب ٹھیک ہے، میں نے کہا کیسے آنا ہوا؟ وہ کہنے لگا کھانا کھا لیجئے تو بتاؤں گا، میں نے کہا آپ کے بتانے سے کھانے میں کوئی فرق نہیں پڑے گا آپ بتایئے، موصوف کہنے لگے رات کو جب سونے کے لئے بستر پر جاتا ہوں اور لائٹ بند کر دیتا ہوں تو میرا گھر نور سے بھر جاتا ہے، اس کے بعد نورانی شکل کے ایک بزرگ ظاہر ہوتے ہیں اور کل کیا ہونے والا ہے وہ ساری بات رات ہی میں مجھ کو بتا دیتے ہیں، یہاں تک کے میرا دھندا کہاں پر ہوگا وہ بھی بتا دیتے ہیں اگر وہ کہتے ہیں کہ کل فلاں ویران وسنسان جگہ پر دھندا لگانا، اگر ان کے کہنے کے خلاف کروں اور آدمیوں کی بھیڑ کی جگہ پر دھندا لگاؤں تو دھندا نہیں ہوتا ہے اور ان کے کہنے پر ویران وسنسان جگہ پر دھندا لگا دوں تو دھندا خوب ہوتا ہے، آپ بتایئے کہ وہ کون ہیں؟

بغیر مشقت ومحنت اور کسب کے جس کو ایسی شئی حاصل ہو جائے تو وہ سمجھتا ہے کہ مجھے بہت بڑی دولت حاصل ہوگئی ہے، میں نے کہا آپ نے اس سے پوچھا نہیں کہ تم کون ہو؟ کہنے لگے پوچھتا ہوں تو صحیح بتاتے نہیں، کبھی کچھ تو کبھی کچھ بتاتے ہیں، میں نے کہا آپ کے خیال میں وہ کون ہے؟ موصوف کہنے لگے میرے خیال میں وہ بہت بڑے ولی یا نہیں تو فرشتہ ہیں، میں نے کہا کہ وہ شیطان ہے، موصوف غصہ سے تلملا اٹھے اور اندر ہی اندر پیچ وتاب کھانے لگے اور ا کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے کہ آپ نے اتنی بڑی ہستی کو شیطان کیسے کہہ دیا، وہ تو کہتے ہیں کہ تبلیغ والوں کے پیچھے نماز نہ پڑھنا، تبلیغ والے کے پیچھے نماز پڑھنے سے سخت منع کرتے ہیں، مجھ کو اچھی اچھی باتیں بتاتے ہیں، میں نے کہا بیٹھیے، موصوف بیٹھ گئے، میں نے کہا وہ روز آتا ہے؟ کہنے لگے ہاں! روز آتے ہیں، میں نے کہا میں جو اس کو شیطان کہا ہوں تو آپ کو بات بری لگی ہے آج رات جب وہ آئے تو اس سے کہئے کہ کلمہ پڑھو۔ لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اور یہ بھی کہئے کہ حضورﷺ کے تعلق سے تمہارا کیا خیال ہے؟ جو کچھ وہ کہے آکر ضرور بتایئے گا، موصوف آنے اور آکر بتانے کا وعدہ کر کے چلے گئے، میں انتظار کرتا رہا، چند دنوں کے بعد آئے ، راقم حال دریافت کیا اور پوچھا کہ آپ کا وہ آتا ہے؟ کہنے لگے آتا ہے، راقم نے کہا اُس سے کلمہ پڑھنے کے لئے کہا اور حضورﷺ کے تعلق سے پوچھا؟ کہنے لگے کلمہ تو فوراً پڑھ دیا مگر حضورﷺ کے تعلق سے بُرا بھلا کہتا ہے، راقم نے کہا کیا بُرا بھلا کہتا ہے؟ کہنے لگے! گالیاں دیتا، راقم نے کہا ، بولیئے وہ شیطان ہے کہ نہیں؟

اس کے بعد وہ شخص پھر آنے اور ملاقات کرنے کا وعدہ کر کے گیا، مگر گدھے کی سینگ کی طرح غائب ہوگیا، یہاں تک کہ میں نے اس کے آنے کا انتظار چھوڑ دیا، کئی مہینے کے بعد وہ شخص آیا، کہنے لگا میں پونہ میں منتقل ہو گیا ہوں، وہاں ہی رہتا ہوں، وہاں میرا سسرال ہے، سسرال والوں کے ہی کمرہ میں رہتا ہوں، آپ سے ملنے کے لئے دو دفعہ آیا لیکن دونوں دفعہ وہ پل پر سے مجھے گھما کر لے گیا، پُل سے مراد پتری پُل ہے، جوسنی جامع مسجد، پتری پل کہلاتی ہے، آج بھی لوٹا نے کی بہت کوشش کی، لیکن آج مجھے آپ سے ملنا تھا ضد کر کے آیا ہوں، میں نے کہا یہ معاملہ تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا، تم اس سے پیچھا چھڑا لو تو اسی میں بھلائی ہے، وہ اس بات پر بھی راضی نہیں تھے کہ اس سے پیچھا چھوڑا لوں جو ہمیں مستقبل کی باتیں بتاتا ہے، اس کے بعد سے وہ کبھی نہیں آیا۔

راقم اپنے ضروری کام سے کبھی کبھار پونے جاتا تھا اور جاتا ہے، راقم کے آبائی گاؤں کے بہت سارے لوگوں کے ساتھ میرے دو بھائی بھی پونہ میں رہتے ہیں، ان رہنے والوں میں مرحوم الحاج وصی احمد صاحب بھی تھے، ۲۰۰۱ء میں راقم حج کے لئے گیا تو اسی سال موصوف بھی اپنی والدہ کو لے کر حج کے سفر پر گئے تھے، موصوف کا بیگ کا کارخانہ ہے، حج کے بعد عین جوانی میں انتقال کر گئے، ۲۲ر مئی ۲۰۰۵ء کو جب راقم پونے گیا تو ان سے کہا کہ حضرت یٰسین جھک علیہ الرحمہ کے آستانہ پر فاتحہ پڑھنے کے لئے جانا ہے، موصوف نے کہا میں گاڑی لے کر آتا ہوں،

اسکوٹر لے کر آئے، کہنے لگے میری بائیک ایک صاحب لے کر چلے گئے ہیں، اسی پر بیٹھ کر چلئے، یہ بائیک بھی انہیں کی تھی لیکن پڑانی تھی، ہم لوگ گئے اور فاتحہ خوانی کے بعد ایک پتلی گلی سے جب سڑک پر آئے تو آواز کے ساتھ گاڑی کا پچھلا چکا پنکچر ہوگیا، میں گاڑی سے اترا اور ایک برگد کے درخت کے سائے میں کھڑا ہوگیا، وہاں قریب ہی میں وہ روشنی والا شخص اپنی ہاتھ گاڑی پر سامان لئے کھڑا تھا، مجھے دیکھ کر قریب آیا، سلام کے بعد پوچھنے لگا، امام صاحب اِدھر کیسے آنا ہوا؟ میں نے تفصیل بتائی تو کہنے لگا اُسی نے آپ کی گاڑی کو پنکچر کر دیا ہے، میں نے کہا ابھی تک تم اُس کے چکر میں پڑے ہوئے ہو؟ کہنے لگے کیا کیا جائے وہ اتنی اچھی باتیں کہتا ہے کہ اس سے پیچھا چھڑانے کو دل نہیں کہتا ہے۔

وہ شخص جس کو ولی، بزرگ یا فرشتہ جانتا تھا یا جانتا ہے اُس کی اصل تک اس کی پہنچ نہیں ہے نہ ہوسکتی ہے، وہ نہ ولی ہے، نہ بزرگ، نہ فرشتہ ہے، اصل میں وہ کسی باعمل عامل کا گندہ مؤکل ہے جو عامل کے مرنے کے بعد اس کی جانب منتقل ہوگیا ہے، اگر وہ اپنے کسب سے حاصل کئے ہوتا تو اس کو پہچانتا، کسب سے حاصل نہیں کیا ہے اس لئے پہچانتا بھی نہیں ہے، اب رہا اس کا نور پھیلانا جو اس شخص کو حیرت میں ڈالا ہے، تو نور کی دو قسمیں ہیں، نورِ رحمانی اور نورِ شیطانی اور اس کے سامنے یا گھر میں جو نور پھیلتا ہے وہ شیطانی نور ہے، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو شیطانی نور سے بچائے۔ آمین

اٹھارہواں مطالعہ:

حاضری کے کہنے پر مزار کی تعمیر

عورتوں اور مردوں پر حاضری کا سلسلہ تو بہت پہلے سے جاری ہے، لیکن آہستہ آہستہ اس بیماری کی ہوا تیز ہوتی جا رہی ہے۔ پتا نہیں چھوت کا یہ مرض غیر مسلموں سے مسلمانوں کو لگا ہے یا مسلمانوں سے غیر مسلم میں پہنچا ہے، لیکن یہ مرض دونوں مذہب کے ماننے والوں میں پایا جاتا ہے، حاضری والوں کی باتوں پر لوگ حد سے زیادہ یقین کرتے ہیں، وہ جو کہیں وہ پتھر کی لکیر ہے، وہ جیسا کہے ویسا ہی کرنا ہے، اس کے خلاف کرنے کو وبال جان سمجھتے ہیں، ان کے کہنے پر بہت سارے فرضی مزارات کے ساتھ نہ جانے کیا کیا بن گئے، لیکن بولے تو کون بولے اور کہے تو کون کہے، اور کہو تو سنتا ہی کون ہے، یہ مولوی و مولانا کا کام ہے کہنا، وہ کہتے رہیں تم سنتے رہوں ایسے نازک موقع پر زبان کھولنے والے مولوی و مولانا یا عالم و فاضل کا ساتھ دینے والے دس ہوتے ہیں تو فرضی مزارات بنانے والوں کے ساتھ پچیس ہوتے ہیں، باطل کے بنڈل پر شاطر دماغ بڑی چالاکی سے کام کرتا ہے، مثلاً ناخواندہ اور جاہل جس کو سورہ فاتحہ بھی یاد نہیں ہوتی ہے، اُسے مجاور بنا دیا جاتا ہے، اب مالکِ مزار کی چالبازی یوں شروع ہوتی ہے کہ رات کی تاریکی میں پچاس یا سو روپے کے نوٹ کو خود ساختہ مزار کی چادر کے اوپر رکھ دیا جاتا ہے، یہ سلسلہ مہینہ دو مہینے جاری رہتا ہے، مجاور جب صبح صبح مزار پر پہنچا تا ہے تو پچاس سو روپے کے نوٹ کو دیکھ کر خود ساختہ مزار والے بابا کی کرامت سمجھتا ہے، مجاور تو خاموش رہتا ہے کہ کسی سے کہوں گا تو وہ حصہ دار بننے کی کوشش کرے گا، لہذا چند دنوں کے بعد پھر ایک نیا کھیل شروع ہوتا ہے وہ کھیل یہ ہوتا کہ مالکِ مزار یا اس کے گھر کا کوئی فرد، مزار پر جھومنے لگتا ہے پھر اس پر بابا کی جھوٹی حاضری آتی ہے، اور مجاور کو سو پچاس روپے ملنے کی بات عیاں کرتی ہے، مجاور سے اقرار لیتی ہے اور بابا کی

کرامت مشہور کی جاتی ہے، بھری محفل میں اقرار کے بعد تو بابا کی کرامت کی دھوم مچ جاتی ہے، پھر شہرہ کیا جاتا ہے کہ لوگ روپے کے لیے بابا کے در پر صبح صبح بھیڑ لگانے لگے اس لئے کرامت ختم ہوگئی، اسی کے ساتھ اور دسیوں طریقوں کے حربے استعمال کئے جاتے ہیں۔

عجب عجب یہاں کھیل ہوتے ہیں، ایک صاحبِ ثروت شخص کی بیوی پر حاضری کی آمد شروع ہوئی اس نے ایک بہت بڑے ولی کا نام بتانا شروع کیا کہ میں فلاں بزرگ ہوں تم فلاں جگہ پر مزار بناؤ، اس جگہ پر فلاں ولی کا مزار ہے، دیکھتے ہی دیکھتے مزار بن کر تیار ہوگیا، اب حاضری نے کہنا شروع کیا کہ ہر جمعہ کو دو ہزار روپے کی چادر چڑھاؤ، یہ عمل بھی شروع ہوگیا، لیکن اس عمل سے صاحب ثروت اکتا گیا، راقم سے ملنے آیا اور کہا کہ کیا کروں، ہر ہفتہ دو ہزار کی چادر چڑھنا بہت گراں گزر رہا ہے، راقم نے کہا کہ اوّل تو یہ کہ وہ جو کہتا ہے کہ میں فلاں ہو یہ جھوٹ ہے، دوسرے یہ کہ اب حاضری آئے تو کہہ دو کہ تم جھوٹ بولتے ہوں تم وہ نہیں ہو جو تم کہہ رہے ہو، تیسری بات یہ کہ چادر چڑھانا بند کردو، اہل ثروت نے جانے بعد چادر چڑھانا بند کر دیا دو تین ہفتہ تک فون آتا رہا کہ ابھی حاضری نہیں آرہی ہے، پھر اس کے بعد کیا ہوا معلوم نہیں ہوسکا، لوگ حد سے زیادہ حاضری پر یقین کر کے برباد ہوتے ہیں، پھر ایسے لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اُس بزرگ کی طرف سے مجھے یہ بشارت ہوئی کہ فلاں جگہ مزار بناؤ کہ اس جگہ پر فلاں ولی کا مزار ہے، غوث پاک کا چلہ تھا وہاں پر ان کا چلہ بناؤ، اس کی اور نہ جانے کتنی کہانیاں جنم لیتی ہیں، آخر یہ بلا کی ہوا کب تک چلتی رہے گی؟

ہماری قوم اسلام کی آغوش میں نہیں آتی اور بلا کی گود میں خود سے گرتی ہے، نیکی کے ثواب پر یقین کی لو مدھم پڑتی جارہی ہے تو حاضری کی باتوں یقین کو محکم کرلیتی ہے، ایسے لوگوں سے زر پرست مرد و خواتین فائدے اٹھا رہے ہیں، دم دمادم مست قلندر کا کھیل جاری ہے، اسی کھیل سے بہت ساری سوکھی ہوئی کھیتیاں ہری ہوگئیں، مرجھائے ہوئے پھول کِھل اٹھے، لوگوں کو دنیا کی فکر، دولت کی ہوس نے اندھا کر دیا ہے، ایمان کی پرواہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔

انیسواں مطالعہ:

خانقاہ کے متعلق سوالات

ہمارے سماج و معاشرے میں ایسے ایسے لوگ ہیں کہ وہ جو کام نہیں کرتے اس سے متعلق بھی سوالات پر سوالات کرتے ہیں ان کے سوالات میں حقیقت کا عنصر ضرور شامل ہوتا ہے، ان کے سوالات کو سن کر ہمارا ضمیر خود ہم سے سوال کرتا ہے، بہر حال ان سوالات کو پڑھیۓ جو کئے گئے یا کئے جاتے ہیں۔

سوال۔ خانقاہوں سے روحانیت ختم کیوں ہوتی جارہی ہے؟

ج۔ ختم نہیں ہو رہی ہے بلکہ کمی آ گئی ہے۔

س۔ کمی آنے کی وجہ کیا ہے؟

ج۔ تغیر زمانہ کے تحت کوئی بھی چیز ایک حال پر نہیں رہتی ہے، اس میں کمی و زیادتی ہوتی رہتی ہے، روحانیت کے لئے سخت ریاضت و مجاہدہ، ذکر و فکر، عبادت اور یادِ خدا کی ضرورت ہے، اسی لئے صوفیائے کرام گوشہ نشینی اختیار کرتے ہیں، تغیر زمانہ کے تحت لوگ سہل انگار ہوتے جارہے ہیں، ذکر و فکر، ریاضت و مجاہدے کی محفلیں اب بھی گرم ہیں، لیکن اس طرح کی محنتیں نہیں ہیں جو پہلے ہوتی تھیں، روحانیت سونا ہے، اس کو یادِ خدا اور ذکر و فکر، ریاضت و مجاہدے کی بھٹی میں جتنا جلایا جاتا ہے، روحانیت اسی قدر بلند ہوتی ہے۔

س۔ آپ سے ایک چبھتا ہوا سوال کر رہا ہوں، سنجیدگی سے اس کا جواب دیجئے، سوال یہ ہے کہ باپ اگر پیر ہے اور اگر اس کے چار بیٹے ہیں تو باپ چاروں بیٹے کو خلافت دیدیتے اور دوسرے پیروں سے دلواتے ہیں، جب کہ بیٹا اس لائق نہیں ہوتا ہے، یہ کہاں تک صحیح ہے؟

ج۔ یہ سوال تو آپ کو ایسے پیروں ہی سے کرنا چاہئے، بہر حال آپ نے سوال کیا ہے تو جواب سنئے! میں پہلے بتادیا ہوں کہ تغیر زمانہ کے تحت کسی بھی چیز میں کمی وبیشی ہوتی رہتی ہے، آپ نے جوسوال کیا ہے یہ بھی تغیر زمانہ کی دین ہے، حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”شیخی کے لائق وہ ہستی ہے کہ اگر جذبۂ شوق کے ساتھ راہ طے کرتی ہے، مگر نہایت سکون وآہستگی سے، یعنی ہر ہر مقام کی دادوانصاف دیتے جاتے ہیں، اور آگے بڑھتے جاتے ہیں، احوالِ خیر وشر اور صلاح وفساد کل ان پر کھول دیئے جاتے ہیں، کبھی کبھی راہ سے بے راہ بھی ہو جاتے ہیں، تا کہ راہ اور بے راہی سے پورا وقوف حاصل ہو جائے، اتنے مرحلوں کے بعد اس کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے کہ ایک جماعت کی رہبری کر سکے“ (مکتوباتِ صدی، مکتوب نمبر ۱۶) دیکھ لیجئے۔

اور سید العارفین حضرت احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”خدا کی معرفت موروثی نہیں بلکہ اکتسابی ہے اور شب روز کی گریہ وزاری اور ادب سے حاصل ہوتی ہے“ (رموزِ رفاعیہ، صفحہ ۵ دیکھئے)

س۔آپ نے حضرت شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت احمد کبیر رفاعی قدس سرہٗ کے جوحوالے دیئے ہیں تو ایسے پیر اب کہاں دیکھنے کو ملتے ہیں؟

ج۔ کیوں دیکھنے کو نہیں ملتے ہیں، کیا آپ نے سارے پیروں کے باطنی حالات کو پڑھ لیا ہے؟ ہر دور اور ہر زمانے میں اللہ والے رہے، ہیں اور رہیں گے۔

س۔ معاف کیجئے گا، سجادہ نشینوں کے لڑکے انگلش، ہندی اور دوسرے میڈیموں سے تعلیم حاصل کرتے ہیں، دین اور شریعتِ اسلامیہ کی شدبد برائے نام ہوتی ہے، ان کو بھی خلافت سے نوازا جاتا ہے، کیا ان کے ہاتھوں پر بیعت ہونا سودمند ہوسکتا ہے؟

ج۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ”جاہل فقیر کا مرید ہونا شیطان کا ہونا

ہے“۔

سوال۔ بیعت ہونے کے لئے پیر کا با کرامت ہونا ضروری ہے؟

ج۔ جی نہیں، جو پیر شریعت وسنت کا پابند ہے اس سے بیعت ہو جائیے انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو فیض ملے گا اور آپ غلامی میں بندھ جائیں گے۔

آپ نے جو سوالات اٹھائے ہیں ان میں سے بیشتر ان کے لئے ہے جو طریقت کا تیراک ہو، مثال کے طور پر یہ کہ سلطان المحققین حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری قدس سرہٗ نے بیعت ہونے کے لئے بہت ساری خانقاہوں میں گئے وہاں کے پیروں سے ملے لیکن کوئی پیران کی کسوٹی پر نہیں اُترا، آپ ظاہری کو نہیں دیکھتے تھے بلکہ باطن پر نظر رکھتے تھے حضرت بوعلی شاہ قلندر پانی پتی کے پاس گئے تو کہا کہ مرد تو خوب ہے لیکن مست ہے، حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ کے پاس گئے تو انہوں نے فرمایا کہ تم میرے حصہ کے نہیں ہو، بالآخر جن کے حصہ کے تھے وہاں پہنچے، بیعت ہوئے اور فوراً خلافت سے نوازے گئے، کیا ہم اور آپ ایسی نگاہ رکھتے ہیں؟

ایک صاحب نے راقم سے کہا کہ کسی اچھے پیر کا پتہ بتائیے اور جب بتایا تو ان پر پچیس تنقید کر ڈالے کئی دفعہ ملے ہر دفعہ وہی سوال کہ اچھے پیر کا پتہ بتائیے ایک پیر کا نام بتایا تو کہنے لگے ان کے تو مرید ان سے خود ہی بدظن ہیں چلئے فلاں علاقے میں ان کے مریدین کے ان کے بارے میں کیا خیالات ہیں بلکہ بہت سارے لوگوں نے ان سے بیعت توڑ دی ہے، ایک دفعہ کسی پیر کی لکھی ہوئی کتاب طلب کی، میں دیا موصوف نے کتاب کی عبارتوں پر جگہ جگہ ایں وآں، ایسا نہیں، ایسا کے نشانات لگادیئے، پوری زندگی اسی میں لگے رہے کسی پیر سے بیعت تو نہیں ہوسکے اور قبر میں سو گئے، ایسا نہیں ہونا چاہئے، میرا تو یہی کہنا ہے کہ دنیا خالی نہیں ہے، لیکن اچھی نگاہ اور دل سے قدم اٹھائیں گے تب تو اچھے ملیں گے۔

مانا کہ بہت سارے پیروں میں خرابی ہے تو ان کی خرابی کو سب پر محمول نہیں کر سکتے ہیں، ہم

اپنے آپ کو سدھاریں، ہم پیر کی خرابی کو دور نہیں کر سکتے ہیں جو باتیں آپ یہاں کہہ رہے ہیں وہ پیروں کے سامنے آپ نہیں کہہ سکتے ہیں یا کہنے کی ہمت کر لی تو ہو سکتا ہے کہ آپ کی خیریت نہ رہے تو پھر پیٹھ پیچھے بول کر فائدہ کیا ہے؟ ہر شخص اپنے آپ کو سدھارے اسی میں بھلائی ہے، کھرے میں کھوٹے کی ملاوت کی چلن پُرانی ہے، اسی طرح سے یہ سمجھ لیجئے کہ اچھے پیروں کی صف میں چند نقلی اور نا اہل پیر بھی شامل ہو گئے ہیں، ایسے ایسے پیر پیدا ہو گئے ہیں جو مریدوں کو نمازوں سے روکتے اور کہتے ہیں کہ پیر کے ہوتے ہوئے نماز کی کیا ضرورت ہے، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

بگاڑ وہاں سے پیدا ہوئی کہ جاہلوں اور نا اہلوں کو کسی پیر نے محبت میں آ کر خلافت دے دی، حالانکہ وہ لوگ خلافت کے لائق نہیں تھے، نہ عبادت، نہ ریاضت، نہ مجاہدہ کچھ بھی نہیں تھی، نفس شریر تھا، نفس کی شرارت کی دوا ہوئی نہیں، سر پر خلافت کی دستار باندھ دی گئی اب وہ نفس اور شرارت کرنے لگا اور وہ کہنے لگا جو مثل مشہور ہے کہ "ہم بھی ہیں پانچوں سواروں" (چھوٹا ہو کر اپنے آپ کو بڑوں میں شمار کرنا) پھر تو خرابی کے ابواب کھل گئے اور یہی خرابی والے سانڈھ بن کر اچھوں کو سینگ مارتے پھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے ایسا پیر کوئی نہیں ہے۔

بیسواں مطالعہ:

دین کے قلعے میں افراط وتفریط

مدرسے اور دارالعلوم دین کے قلعے ہیں، ہندوستان میں مدرسے اور دارالعلوم کی وجہ سے دین زندہ ہے، ایک صاحب ثروث کا کہنا ہے کہ ہندوستان میں دین کو زندہ رکھنا ہے تو مدرسے اور دارالعلوم کو زندہ رکھو، بات بالکل سچی ہے لیکن یہاں کی افراط وتفریط پر بہت سارے لوگ کڑی

نگاہ رکھتے اور پھر چلتے پھرتے کچھ تو حقیقت اور اس میں کچھ نمک مرچ لگا کر لوگوں سے سوالات کرتے رہتے ہیں، ایسے لوگوں کی گفتگو کو سوالات کی شکل دیجئے تو یہ نقوش ابھرتے ہیں۔

س۔ فلاں مدرسہ اور دارالعلوم کے معیار تعلیم سے متعلق آپ کیا محسوس کر رہے ہیں؟ سننے والا جواب دیتا ہے، بھائی بیشتر مدرسہ اور دارالعلوم کا معیارِ تعلیم گرتا ہوا نظر آ رہا ہے، یہ مدرسہ نہیں ہے پرورش گاہ ہے، مولوی لوگوں کے کمانے کا ذریعہ ہے، یہ مدرسہ آمدنی پیدا کرنے کی کمپنی ہے، اس میں پڑھے لکھے لوگ بھی شامل ہوتے ہیں کچھ تو حقیقت دیکھ کر بولتے، کچھ حسد کی بنا پر بکتے، کچھ تعصب کی چادر پھیلاتے رہتے ہیں، محترم کیا کہوں میں نے جو محسوس کیا ہے وہ یہ ہے کہ اکثر مدرسے شکم پروری کے لئے کھل رہے ہیں، بانی مدرسہ کی تعلیمی لیاقت کچھ بھی نہیں ہے، یہ اونچی جماعت کی کتابیں کیا فارسی کی پہلی بھی پڑھانے کے لائق نہیں ہے، یہ اپنا خود مختار ادارہ کھول کر اپنی من مانی کرتے ہیں، اس بیچ میں ایسا ویسا ٹپک کر بولتا ہے، بھائی اس کی تعلیمی لیاقت کم ہے تو وہ تعلیم یافتہ کو رکھ سکتے ہیں لیکن رکھتے نہیں ہیں کہ کہیں اعلیٰ تعلیم یافتہ مدرس لوگوں کو ان کی خامیاں بتا کر مدرسہ پر قبضہ نہ کر لیں تو یہ مرغے کی ران کہاں توڑیں گے؟ اسی لئے یہ مولوی مدرسہ میں اپنے خویش واقارب کو جن کی تعلیمی لیاقت انہیں کی طرح واجبی ہوتی ہے مدرس رکھے ہوئے ہیں تاکہ ان پر ہمارا رعب قائم رہے، اب آپ ہی غور کیجئے کہ جس کی تعلیمی لیاقت خود ہی کمزور ہو وہ مضبوط شاگرد کیسے پیدا کر سکتا ہے، بات کچھ اس ناز و ادا سے ہوتی ہے کہ سننے والا سولہ آنہ نہیں تو آٹھ آنہ تو بہک ہی جاتا ہے، ایک کو مہرہ بنا کر سب کو گھسیٹ لیتے ہیں، ایسے لوگوں کو اچھے برے کی پہچان نہیں ہوتی ہے، گنگوا تیلی کی صف میں راجہ بھوج کو بھی لے آتے ہیں، پھر ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں، بھائی آج کل مولوی حضرات مدرسہ میں خود مختاری چاہتے ہیں، اور بہت سے مولوی خود مختار ہو چکے ہیں اس کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ اس سلسلہ میں کوئی کچھ کہے لیکن راقم (محمد ادریس رَضوی) یہ کہتا ہے:

ج۔ بانیانِ مدرسہ، صدر اور سکریٹری کی من مانی، مدرسین کو کم تنخواہ دینے، ان پر حکومت

کرنے ، بہت سارے مظالم، معمولی سہو پر گالیاں دینے سے بھی نہیں چوکتے ، مدرسے کی رقم پر قابض ہو کر خرد برد اور غبن کرتے ہیں تو یقیناً مدرسین کو تکلیف ہوتی ہے کہ چندہ وصول کر ہم لاتے ہیں، اور ہمیں ہی وقت پر تنخواہ نہیں ملتی ، ذلت الگ اٹھانی پڑتی ، فاجر و فاسق قسم کے لوگوں کا ادب کرنا پڑتا ہے، انہیں وجوہات کی بنا پر علما خود مختاری کی تلاش میں رہتے اور اپنا ادارہ قائم کرتے ہیں، محمد ادریس رَضوی کے اس جواب پر پھر سوال کیا جاتا ہے کہ: کیا علماء کی خود مختاری والے ادارے میں خرد برد، غبن اور من مانی نہیں ہوتی ہے؟ راقم کسی کا طرف دار نہیں حقیقت نگار ہے اس لئے کہتا ہے کہ سچ بات یہ ہے کہ: خود مختاری والے ادارے بھی خرد برد، غبن اور من مانی ہوتی ہے، پھر جواب پر سوال اٹھایا جاتا ہے:

س۔ دینی ادارے خرد برد، غبن اور من مانی سے پاک کیسے ہوں گے؟

ج۔ جب تک دیندار، نیک و پارسا، امانت دار، خوف خدا رکھنے والوں کے ہاتھوں میں دینی اداروں کی باگ ڈور نہیں آجاتے ، ادارے خرد برد، غبن اور من مانی سے پاک نہیں ہوں گے۔

س۔ ہمارے سماج و معاشرے میں ایسے لوگ ہیں، جو دیندار، نیک و پارسا، امانت دار، خوف خدا رکھنے والے ہوں؟

ج۔ کیوں نہیں! بہت ہیں، دین دار و نیک لوگوں سے دنیا خالی نہیں ہوئی۔

سوال۔ کیا آپ احساس کرتے ہیں کہ یہ ناقد لوگ صرف دین کا کام کرنے والے مولویوں پر ہی تنقید کرتے ہیں؟

جواب۔ جی ہاں! بہت سارے اونے پونے لوگ صرف مولوی کو ہی نگاہ میں رکھ کر تنقید کی ہوا چلاتے اور اپنے آپ کو دیندا ربنتے ہیں، پھر انہیں خود ساختہ دینداروں کے ہاتھوں میں دینی اداروں کی باگ وڈور دیجئے تو ان کی خود ساختہ بالیدگی کو پلیدی کی ہوا بہت جلد چاٹ جاتی ہے، ایسے چالاک لوگ آج کل تیز قدموں سے مدرسے کی جانب قدم بڑھارہے ہیں، یہ لوگ مدرسہ کھول کر مقامی بچوں کو رکھتے ہیں وہ بچے اپنے اپنے

گھروں میں کھاتے اور رہتے ہیں، ان سے سالانہ 1200 سے 1800 تا 2400 روپے فیس وصول کرتے ہیں، اسی پر قناعت نہیں کرتے بلکہ زکوٰۃ و صدقات و خیرات بھی وصول کرتے ہیں، اس طرح سے شکم پروری کا دھندا جاری ہے۔

س۔ مسلم معاشرے میں مفتیانِ کرام کے فتاوے پر کتنا عمل ہوتا ہے؟

اس سلسلہ میں تو عوامی طبقہ کے مفکرین جہاں بیٹھتے ہیں کسی نہ کسی موضوع پر گفتگو ضرور کرتے ہیں گفتگو کے درمیان ذائقہ بدلنے کے لئے مولوی اور مدارس کو کھینچ لاتے ، تنقید و تضحیک کرتے ، مذاق اڑاتے ، مولوی کو بُرا بھلا کہہ کر نفس امارہ کو سکون دیتے ہیں۔

سولہواں اور ستر ہواں مطالعے میں جو باتیں لکھی گئی ہیں اس میں عوام کی گفتگو کو بالکل نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، دس فیصد ہی سہی لیکن حقیقت ہے اسی طرح سے مکمل یقین بھی نہیں کر سکتے کہ ایک بات ایک سے دوسرا سنتا، وہ تیسرے کے کان میں پہنچاتا اور یہ سلسلہ دس بیس تک پہنچتا ہے ہر شخص کچھ نہ کچھ اس میں مبالغہ سے کام لیتا اور نمک مرچ لگاتا ہے اور آخری سننے والا تو اس کو بالکل سچ مان لیتا ہے، اسی طرح کے ایک واقعہ میں ایک شخص ایک پیر صاحب کا نام لے کر کہا کہ فلاں خانقاہ میں تو فلاں پیر نے گنڈہ گردی سے سجادہ نشین بن گئے ان کو میں نے سمجھایا کہ آپ کو معلوم نہیں ہے وہ صاحب جن کا آپ نام لے رہے ہیں وہ سجادہ نشین نہیں ہیں بلکہ فلاں ہیں مگر شخص مذکور ماننے کے لئے تیار نہیں تھے، اسی طرح سے ایک شخص ایک بہت مشہور عالم کے متعلق یہ اُڑا رکھا ہے کہ وہ عالم عیاش ہے وہ فلاں فلاں جگہ میں کئی عورتوں سے شادی کر رکھا ہے ایک شادی ساؤتھ افریقہ میں بھی کیا ہے، ایسی باتیں سننے سے سننے والوں کی عقیدت بگڑتی ہے، بہر ساؤتھ افریقہ والی شادی کے متعلق جب راقم نے اپنے داماد مولانا محمد قیصر علی، خطیب و امام مسجد خالد، ڈربن سے پوچھا تو انہوں نے کہا نہیں بالکل نہیں آپ کو یہ کس نے کہہ دیا وہ تو نیک و پارسا عالم ہیں میں تو ان کو ہندوستان سے جانتا ہی نہیں بلکہ بہت قریب رہا ہوں۔

ہمارے معاشرے کی حالت یہ ہے کہ عوام ہی نہیں بلکہ خواص بھی کسی کی عزت و شہرت اور

دولت کو برداشت نہیں کرپاتے ہیں، ایسے عالم میں کس پر یقین کیا جائے؟

اکیسواں مطالعہ:

مخلوط تعلیم کے مضر اثرات

جس قوم کے پاس مہد سے لے کر لحد تک کے لئے مضبوط قوانین ہوں، اس قوم کی حالت آج اتنی دِگر دوں کیوں ہے؟ جس قوم کے رسول ﷺ نے اس کو بتایا کہ تمہارے بچے اور بچیاں دس سال کے ہو جائیں تو ان کے بستر الگ کر دو، وہی قوم آج اپنے جوان لڑکے اور لڑکیوں کو غیر محرم لڑکے اور لڑکیوں کے ساتھ آزاد کیوں چھوڑ دیا ہے؟ اس کے لڑکے غیر محرم اور اجنبی لڑکیوں کو آزادانہ طور پر اپنے گھر میں لاتے، بازاروں میں گھوماتے، پارکوں میں بیٹھ کر دھینگا مستی کرتے ہیں اور لڑکیاں آزادانہ طور پر غیر محرم لڑکوں کے ہمراہ گھومتیں اور موج و مستی کرتی ہیں اور ان کے والدین فرینڈ شپ کے نام پر سب کچھ برداشت کرتے ہیں، آخر ایسا کیوں کرتے ہیں؟

اصل بات یہ ہے کہ عمر کے جس حصے میں بچوں کے شعور میں اسلامی علوم کی خوشبوؤں کو بسانا چاہئے، اسلام و شریعت کے احکام پر چلنے کی راہ بتانی چاہئے، اسلام کا پاکیزہ کلمہ سکھانا چاہئے، عصمت وعفت کی قدر بتانی چاہئے، ان سب پر ترقی پسندی کے نام کی چادر ڈال کر چھپایا جارہاہے، اب تو اکثر لوگ اسلامی قوانین وضوابط کے چہرے سے نقاب ہٹا کر انہیں دیکھنے کی کوشش بھی نہیں کرتے ہیں، جس کا نتیجہ سامنے آرہا ہے کہ بن بیاہی لڑکیاں ماں بن رہی ہیں ، اس پر روک لگانے کی سخت ضرورت ہے، یہ روک کوئی اور نہیں بلکہ ان کے والدین ہی لگا سکتے ہیں۔

اسلام لڑکیوں کے حق میں تعلیم کا مخالف نہیں ہے، اگر تعلیم کا مخالف ہوتا تو اسلام میں سب سے پہلے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بے مثال عالمہ، فقیہہ، فصیحہ، فاضلہ، تاریخ داں،

راویہ، سخن شناس نہ بنتیں، امُّ المومنین حضرت زینب بنت جحش جیسی متقی، پرہیزگار اور زبان کی سچی کا وجود نہیں ہوتا، حضرت زینب بنت ابی سلمہ جیسی فقیہہ اور عالمہ نہ پیدا ہوتیں، حضرت امّ دردا جیسی قاریہ، عالمہ زاہدہ اور فاضلہ نہ ہوتیں، حضرت امّ سلیم جیسی مبلغہ پیدا نہ ہوتیں، حضرت خَـنسَـا جیسی شاعرہ کا وجود نہیں ہوتا، قرونِ اولیٰ میں عالمہ خواتین کی لمبی فہرست ہے کہ جنہوں نے علم حاصل کرنے کے معاملے میں یگانۂ روزگار بنیں، لاعلم لوگوں نے یہ ہوا اُڑا رکھی ہے کہ اسلام عورتوں کی تعلیم کا مخالف ہے یہ غلط ہے بلکہ اسلام مخلوط تعلیم کا مخالف ہے، مخلوط تعلیم سے عصمت وعفت وعزت وآبرو کے جو نقصانات ہو رہے ہیں اسے دیکھ کر ہر ذی شعور مخلوط تعلیم کا مخالف ہے۔

ایک صاحب کی دلیل یہ تھی کہ جناب مخلوط تعلیم سے کوئی نقصان نہیں ہوتا ہے اگر مخلوط تعلیم نہیں ہوگی تو پھر لڑکیاں کہاں پڑھیں گی؟ موصوف کے سوال میں جان نہیں تھی، اس لئے لڑکیوں کے الگ سے اسکول و کالج اور دوسرے ادارے ہیں، لیکن اپٹوڈیٹ بننے کا بھوت مسلمانوں کو مسلمانوں کے اسکول و کالج کی جانب ملتفت نہیں ہونے دیتا، دلیل یہ ہوتی ہے کہ مسلمانوں کے قائم کئے ہوئے اسکول و کالج یا اُردو میڈیم اسکولوں میں پڑھائی نہیں ہوتی ہے، بہر حال میٹرک کے بعد موصوف کی لڑکی نے چھلانگ لگایا اور گھر سے کالج کے ایک آشنا کے ساتھ نکل گئی، اب موصوف کہنے لگے کہ لڑکیوں کو تعلیم دلانا ہی بیکار ہے، کیوں کہ اب ان کے خواب کا بلوری آئینہ ٹوٹ چکا تھا، بڑی جدوجہد سے ہفتوں کے بعد وہ لڑکی کو گھر میں واپس لائے، اب اس کو سدھارنے کے لئے ایک دارالعلوم للبنات میں ڈالا، مطلب یہ ہوا کہ حالت نزع میں خدا یاد آیا، چند مہینے کے بعد لڑکی مدرسہ سے بھی چلی آئی، عاشق کی یاد اسے کہیں پرسکون سے رہنے نہیں دیتی تھی، پھر ادھر رکھا، اُدھر رکھا، دو سال کے بعد مشکل سے دوسرے لڑکا کے ساتھ شادی کے لیے راضی ہوئی اور انہوں نے شادی کردی، اس قسم کے نہ جانے کتنے واقعات ہمارے سماج میں آئے دن جنم لیتے رہتے ہیں۔

مخلوط تعلیم کے نقصانات سے ہر عاقل واقف ہے، مگر نقصانات سے بچنے کا مداوا تلاش نہیں کرتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ مسلمان اپنے مذہب کے قوانین سے بالکل نابلد ہوتا جارہا ہے، اسلام کے قوانین کے کیا کیا فائدے ہیں، اکثر مسلمان نہیں جانتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان دین اسلام اور اس کے قوانین وضوابط کی کتابوں کو پڑھتا ہی نہیں ہے تو اس کو معلومات کہاں سے حاصل ہوگی، مسلمان اگر کتابوں کو مطالعہ کرتے تو اس طرح سے تہی دست نہیں ہوتے، بڑی بڑی ڈگریاں لوگ حاصل کر لیتے ہیں، لیکن اسلام کا پانچ کلمہ یاد نہیں کر پاتے ہیں، یہ کتنے افسوس کی بات ہے۔

بائیسواں مطالعہ:

شریعت کو رکھو بازو میں

راقم تک ایک خبر پہنچی ہے، خبر سچی ہے، جھوٹ کی آمیزش نہیں ہے، خبر سنانے والا بھی سچا ہے، بات یہ ہوئی کہ ایک صاحب ابھی تک حنفی تھے، حنفی ہے، حنفی امام کی پیروی کرتے ہیں، ایک شخص کی موت ہوگئی، میت، جنازہ کی نماز پڑھنے کے لئے لائی گئی، موصوف بضد تھے کہ جنازہ کی نماز مسجد کے اندر پڑھی جائے، کسی نے کہا چچا جنازے کی نماز مسجد کے اندر پڑھنا پڑھانا جائز نہیں ہے یہ شریعت کا حکم ہے، موصوف نے کہا ''شریعت کو رکھو بازو میں'' اور جنازے کی نماز پڑھو مسجد میں، تُو تُو مَیں مَیں پر بات ختم ہوگئی، ایک صاحب بیٹھے بیٹھے ان باتوں کو تحریر کی صورت دے کر ایک مفتی صاحب کے پاس پہنچ گئے کہ اس کا جواب لکھ دیجئے، مفتی صاحب تحریر کو پڑھا تو ان کی نگاہ پڑی کہ ''شریعت کو رکھو بازو میں'' ایسی باتیں ایک مسلمان کو کفر کے غار میں گرا دیتی ہے، لہذا مفتی صاحب نے اپنا فرض نبھاتے ہوئے جواب میں تحریر کیا کہ ایسا بولنے والا شخص توبہ

کرے، تجدید کلمہ یعنی پھر سے کلمہ پڑھے اور بیوی سے تجدید نکاح یعنی پھر سے نکاح کرے، فتویٰ آیا اور موصوف تک پہنچ دیا گیا، اس کے کل ہو کر ۱۰ر۱۲ر آدمی مفتی صاحب کے پاس پہنچ گئے، کہنے لگے آپ نے یہ فتوی دینے سے پہلے یہ نہیں سوچا کہ وہ شخص ۱۰ر بچوں کا باپ ہے، ان کے لڑکے اور لڑکیاں جوان ہیں تو وہ پھر سے اپنی عورت سے شادی کرے گا؟ مفتی صاحب نے دیکھا کہ معاملہ نازک ہوتا جارہا ہے تو مفتی صاحب نے کہا کہ میں نے یہ تو نہیں لکھا ہے کہ وہ شخص بارات نکالے، محفل سجائے، دولہا بنے اور پھر سے نکاح کرے، ارے گھر کے اندر قاضی کو بلا لے اور نکاح پڑھا لے۔

مسلمانوں میں یہ وبا بڑھتی جارہی ہے کہ جو دل میں آتا ہے بول دیتے ہیں اور جب پکڑ ہوتی ہے تو بچنے کے لئے حیلے بہانے، مکروفریب کی تلاش کرتے، اس سے بھی کام نہیں بنتا ہے تو دادا گیری پر اُتر آتے ہیں، خوف خدا سے عاری ہو کر یہ سب پر بھاری بننے کی کوشش کرتے ہیں، اگر اسلام کے مسائل سے واقف ہوتے تو زبان نہیں بہکتی۔

تینسواں مطالعہ:

امام احمد رضا خاں قادری سے بدگمان کرنے کی کہانیاں

راقم مذکورہ سرخی پر روشنی ڈالنے سے پہلے اُس بات کو رقم کرے گا، جو ۱۹۸۰ء کے دہے میں راقم کے ہمسایہ ایک حافظ صاحب مرحوم نے کہا تھا کہ آج کل لوگ اپنا الزام اور اپنا جرم دوسروں کے سر پر بڑی خوش اسلوبی سے منتقل کر دیتے ہیں، گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے حافظ صاحب نے فرمایا کہ اس ضمن میں ایک کہانی یا حکایت سنو اور پھر باتوں کو سمجھو، کہنے لگے ایک جگہ ایک عورت تھی جو بہت ہی غریب اور نادار تھی، کئی کئی دنوں تک اس کے گھر میں چولہا نہیں جلتا تھا، ایک روز بھوک نے بہت ستایا تو ایک پلّے کو پکڑ کر ذبح کر دیا اور اس کا گوشت بنانے لگی، اس کی

اس حرکت کو اس کی ایک پڑوسن دیکھ رہی تھی، پڑوسن سے جب نہیں رہا گیا تو اس کے آگن میں پہنچ کر پوچھ ہی لیا کہ تو نے ایسی حرکت کیوں کی ہے؟ عورت نے اپنی غریبی اور بھوک مری کی تمام باتیں اس سے سنا دی، اور قسم دے دیا کہ کسی سے کہنا نہیں، پڑوسن نے وعدہ کیا کہ کسی سے نہیں کہوں گی، لیکن عورت کو ایک کھٹکا لگا رہتا تھا کہ پڑوسن کسی سے کہہ نہ دے، اسی واسطے پڑوسن کے پاس جب بھی دو چار عورتیں جمع ہوتیں تو وہ عورت پڑوسن کے پاس پہنچ جاتی کہ وہ میری باتیں کسی سے کہنے نہ پائے، اسی طرح کرتے ہوئے عرصہ گزر گیا، ایک روز پڑوسن کے پاس کچھ عورتیں آکر بیٹھ گئیں، اسی درمیان عورت کا بھائی بھی دور کے گاؤں سے، بہن سے ملاقات کرنے کی غرض سے آ گیا، عورت نے بھائی کو چھوڑا پڑوسن کے پاس پہنچ گئی، جب وہاں کی محفل برخاست ہوئی تو عورت اپنے گھر کو لوٹی، بھائی نے کہا بہن اس سے پہلے میں جب بھی تمہارے یہاں آیا تو تم سب کام چھوڑ کر میری تواضع کرنے میں لگ جاتی تھی، آج کیا بات ہے کہ تم مجھ کو چھوڑ کر پڑوسن کے یہاں چلی گئی؟ عورت نے بھائی کی بات کو سن کر رونے لگی اور کہنے لگی بھائی مجھ سے ایک غلطی ہو چکی ہے اور اس غلطی سے میری پڑوسن واقف ہے وہ میری غلطی کو عام نہ کر دے اسی خوف سے اس کے پاس جب دو چار عورتیں جمع ہوتی ہیں، میں اس کے پاس چلی جاتی ہوں، اس کا بھائی چالاک تھا ساری روداد سننے کے بعد کہا، کب تک تو اس طرح سے گھٹ گھٹ کر جیے گی، ارے کسی بات پر اپنی پڑوسن سے جھگڑا کرو اور جھگڑے کے درمیان کہہ دو کہ میں تمہاری طرح پلّے کا گوشت نہیں کھائی نہ کھاتی ہوں، تم لوگ شریف بنتی ہو اور پلّے کا گوشت کھاتی ہو، عورت نے بڑی آسانی سے اپنا جرم اپنی پڑوسن کے سر رکھ دیا، حافظ صاحب کی سنائی ہوئی کہانی یہاں پر ختم ہوئی، اس کہانی کو ذہن میں رکھ کر اب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ سے بدگمان ہونے اور بدگمان کرنے کی کہانی ملاحظہ کیجئے۔

۱۹۸۸ء میں راقم جب (پتری پل، کلیان) کی سنی جامع مسجد میں آیا تو اس علاقہ میں تبلیغیوں کا بڑا زور تھا، جمعرات اور جمعہ کو ان کا گشت زوروں پر ہوتا تھا جس میں بہت سارے لوگ شر

یک ہوتے تھے، جماعت کے ایک سرگرم رکن جو پڑھے لکھے تھے، جمعرات اور جمعہ کے علاوہ باقی دنوں میں ڈیوٹی سے آنے کے بعد عصر تا عشا میرے پاس بیٹھنے لگے، عقیدے کے معاملہ میں نہ وہ مجھ کو چھیڑتے، نہ میں ان کو چھیڑتا، کبھی کبھی میں ان کو عقیدے پر مبنی کتابیں پڑھنے کو دیتا تھا، موصوف کتابیں لے جاتے اور ہفتہ دس دن میں واپس کر دیتے، ایک بار راقم نے پوچھا کہ پڑھا؟ کتابیں کیسی لگیں؟

موصوف کہنے لگے سنی مولویوں کی چار آنے کی فٹ پاتھ پر بکنے والی کتابوں کو کیا پڑھنا۔

مَیں نے کہا سنّی مولویوں کی کتابیں آپ کو چار آنے کی فٹ پاتھی نظر آئیں اور ان میں قرآن مجید کی آیتیں اور احادیث کی عبارتیں نظر نہیں آئیں؟ میری اس بات پر موصوف لب کشا ہوئے

سنّی کی کتابوں میں شرک و بدعت اور فتنہ و فساد کی باتوں کے علاوہ ہوتا ہی کیا ہے؟

موصوف کی گفتگو سے اندازہ لگا کہ سنیوں کی کتابوں کے تئیں ان میں اتنی بدگمانی بھر دی گئی ہے کہ وہ سنیوں کی کتابوں کو پڑھنا تو دور کی بات ہے، ہاتھ میں لینا بھی گناہِ کبیرہ سمجھتے ہیں، وقت کٹتا رہا مگر موصوف راقم کے پاس بیٹھنا نہیں چھوڑا، راقم ان کو کتابیں دیتا رہا، وہ لیتے اور لے جاتے اور واپس کرتے رہے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری کی تحریر کردہ اور اعلیٰ حضرت پر لکھی گئیں کتابیں بھی موصوف کو دیں، ایک روز میں نے پوچھا کہ اعلیٰ حضرت کی کتابیں آپ کو کیسی لگیں؟ موصوف کا جواب چوبیسواں مطالعہ میں ملاحظہ کیجئے۔

چوبیسواں مطالعہ:

بدگمانی کی پہلی کہانی

مولانا احمد رضا خاں صاحب اور مولانا اشرف علی تھانوی صاحب دونوں دار العلوم دیوبند میں پڑھتے تھے، دونوں میں نہیں جما تو مولانا احمد رضا نے بریلی میں اپنا مدرسہ قائم کرلیا، دوسری بات

یہ ہے کہ مولانا احمد رضا صاحب کا تعلق نہایت ہی غریب گھرانے سے تھا،ان کے پڑوس میں ایک مسلمان بنیا کی کیرانے کی دوکان تھی، اس بنیا کے یہاں سے مولانا احمد رضا صاحب راشن وغیرہ لیتے تھے ، بنیا کا بقایا زیادہ ہوگیا تواس نے تقاضہ کیا،مولانا بقایا دیتے کہاں سے، لہذا انہوں نے بنیا کے خلاف فتویٰ لکھ دیا کہ یہ بنیا وہابی ہوگیا ہے مسلمان اس کی دوکان سے کوئی سامان نہ خریدیں،تیسری بات یہ ہے کہ آپ لوگ کہتے ہیں کہ مولانا احمد رضا قادری صاحب نے ایک ہزار سے زیادہ کتابیں لکھی ہیں،جبکہ ان کی ایک ہی کتاب ''جاء الحق'' ہے،موصوف کی باتیں بڑی صبر آزماں تھیں۔

موصوف کی بات سن کر راقم حیرت زدہ ہوگیا،پوچھا کہ آپ نے یہ بات کہاں پڑھی ہے اور کس کتاب میں لکھی ہوئی ہے؟موصوف نے کہا!میں نے کسی کتاب میں نہیں پڑھا ہے بلکہ چالیس چالیس چلہ کرنے والے معتبر آدمیوں کی زبانی سنا ہے،راقم نے ان کو بتایا کہ اعلیٰ حضرت کے والد حضرت مولانا محمد نقی علی خاں سات گاؤں کے زمین دار تھے آپ نے اپنی زمینداری میں سے سب سے زیادہ حصہ یہ کہہ کر اعلیٰ حضرت کو دیا کہ میرے دونوں لڑکے حسن رضا اور محمد رضا دنیا کمالیں گے لیکن احمد رضا خالص دین کے لئے پیدا کئے گئے ہیں،یہ دین ہی کی خدمت کریں گے اس لئے ان کو زیادہ دے رہا ہوں،اب موصوف نے راقم سے کہا،کہاں لکھا ہوا ہے؟ میں نے کہا دکھادوں تو آپ مانیں گے؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں مانیں گے،آپ دکھائیے تو مجھ کو!

میں نے موصوف کو کتاب دکھادی اور کہا کہ اس صفحہ کو پڑھ لیجئے اور یہ بھی خیال رکھئے کہ یہ کتاب کسی دوسرے نے نہیں بلکہ آپ کے بھتیجے نے لکھی ہے،موصوف اس صفحہ کو پڑھنے اور مصنف کا نام دیکھنے کے بعد ہکا بکا ہوگئے،راقم کا منہ دیکھتے ہوئے آہستہ سے بولے،پھر ہمیں یہ کیسے بتایا گیا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب بہت غریب گھر کے تھے،راقم نے کہا! دیکھئے میں تحریر کی شکل میں آپ کو دکھادیا ہے آپ کی یا آپ کے جماعت والوں کی باتیں صحیح ہے تو تحریر

دکھائیے،اب رہی بات مولانا احمد رضا اور مولانا اشرف علی کے ایک مدرسہ میں پڑھنے کی تو یہ بھی سراسر جھوٹ ہے،اس تعلق سے سن لیجئے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلی شریف سے باہر کہیں بھی کسی ادارہ میں پڑھنے کے لئے نہیں گئے، جہاں تک کتاب ''جاء الحق'' کی بات ہے تو آپ نے کتاب ''جاء الحق'' کو دیکھا اور پڑھا ہے؟ موصوف کہنے لگے کہ نہیں، نہ میں دیکھا ہے،نہ پڑھا ہے،صرف سنا ہے،یہ لیجئے اور دیکھئے اس کے مصنف کون ہیں اور یہ کس کی لکھی ہوئی کتاب ہے؟ کتاب دیکھ کر موصوف کا ماتھا ٹھنکا، پیشانی پر بل پڑا،سوچ کی وادی میں اتر گئے، خاموشی نے ان کو اپنے گھیرے میں لے لیا اور راقم کو لگا کہ موصوف اب حق کی طرف پلٹ آئیں گے،وہ یہاں سے گئے اور شاید اپنے پُرانے رفقا سے اس تعلق سے گفتگو کی اور پھر اپنی جگہ جامد و ساکت ہوگئے،میری امید مرجھانے لگی،میرا دل کہنے لگا،یہ لوگ کس پتھر کے بنے ہوئے ہیں کہ حق کے شواہد کو دیکھ کر بھی حق کی جانب نہیں پلٹتے ہیں،ان لوگوں کو کیسی بدگمانی کی دوا پلا دی گئی ہے کہ یہ لوگ آئینہ دیکھ کر بھی حقیقت کو قبول نہیں کرتے ہیں،ایک دن موصوف کے سامنے میں نے سنجیدگی کا پھول رکھتے ہوئے کہا کہ اُس دن جو کچھ میں نے کہا تھا اس کے شواہد بھی آپ کے سامنے کر دیا تھا اور آپ نے جو باتیں کہیں ان میں سے ایک کو بھی تحریری طور پر نہیں دکھایا؟ میرے اس سوال کو موصوف نے سنی ان سنی کر دیا، ہلانے پر نہ ہلے، نہ بلانے سے بولے، نہ ہاں کہا، نہ ہوں کہا، ہاتھ میں اخبار لئے جامد و ساکت بیٹھے رہے، وقت گزرتا رہا، گفتگو کا موضوع بدلتا رہا، گھوم پھیر کر کبھی کبھی ہم پھر اس موضوع پر آجاتے تھے۔

بحث و تکرار اور قیل و قال کے دوران ہم دونوں میں تلخی بھی پید ہو جاتی تھی، موصوف کی جگہ پر کوئی دوسرا ہوتا تو میرے پاس نہیں آتا لیکن موصوف نے آنا نہیں چھوڑا، اور میں بھی ان کو کتابیں دیتا رہا وہ بھی لیتے رہے اور واپس کرتے رہے۔

پچیسواں مطالعہ:

بدگمانی کی دوسری کہانی

ایک دن میں نے کہا کہ آپ کے اکابر میں سے فلاں فلاں نے حضور ﷺ کی شان اقدس میں ایسی ایسی باتیں لکھیں ہیں۔

موصوف کہنے لگے، آپ لوگ کیا کیا بکتے رہتے ہیں، کیا کوئی ادنیٰ مسلمان بھی اپنے تصور میں ایسی باتیں لاسکتا ہے؟۔

میں نے کہا ادنی کی یہاں تک پہنچ ہی نہیں ہے کہ وہ ان باتوں کو تصور میں لائے گا، آپ جسے اعلیٰ تصور کرتے ہیں انہوں نے اپنے تصور میں لاکر کتابوں میں لکھ دیا ہے۔

موصوف نے کہا لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، کسی نے بدنام کرنے کے لیے لکھ دیا ہوگا۔

میں نے کہا آپ نے فلاں فلاں کتابوں کا مطالعہ کیا ہے؟۔

موصوف نے کہا نہیں۔

آپ نے ان کتابوں کا نام سنا ہے؟۔

موصوف نے کہا نہیں۔

میں نے کہا کہ آپ کو تو اپنے گھر کی بھی خبر نہیں ہے اور ماننے کے لئے راضی بھی نہیں ہوتے ہیں، جو صحیح دکھاتا ہوں تو قبول بھی نہیں کرتے ہیں، آپ غور کیجئے کہ آخر ان مسلمانوں میں کچھ اختلافات ضرور ہیں جب ہی تو آپ الگ، ہم الگ ہیں۔

موصوف نے کہا! اختلاف کچھ نہیں ہے، آپ لوگوں کے پیشوا مولانا احمد رضا صاحب نے آپ لوگوں کو شرک وبدعت کی طرف مائل کردیا اور ہمارے علماء نے ہمیں شرکت وبدعت سے روک دیا اور آپ کو معلوم ہے کہ قیامت کے دن بڑے سے بڑے گناہ معاف کردیئے جائیں

گے لیکن شرک کرنے والوں کو کبھی معاف نہیں کیا جائے گا۔

میں نے کہا آپ نے سچ فرمایا، اب یہ بتائیے کہ آپ کی نگاہ میں ہم لوگ مشرک ہیں؟ آپ لوگ مشرک ہیں یا نہیں لیکن اللہ تعالیٰ مشرک کو معاف نہیں کرے گا، جناب ابھی آپ نے کہا ہے کہ آپ لوگوں کے پیشوا مولانا احمد رضا صاحب نے آپ لوگوں کو شرک وبدعت کی طرف مائل کردیا تو آپ کے قول کے مطابق ہم لوگ مشرک ہوئے اور آپ میرے پیچھے نماز پڑھتے ہیں تو یہ بتائیے کہ مشرک اور بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے؟۔

موصوف کہنے لگے نماز تو گنہگار سے گنہگار کے پیچھے بھی ہوجاتی ہے۔

میں نے کہا! بقول آپ کے کہ نماز سب کے پیچھے ہوجاتی ہے تو آپ شیعہ اور قادریانی کے پیچھے بھی نماز پڑھتے ہیں؟۔

موصوف نے کہا نہیں پڑھتے ہیں۔

میں نے کہا موقع ملنے پر پڑھ لیجئے گا؟ راقم کے اس سوال پر موصوف سٹپٹا گئے، کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد سنبھل کر بولے نہیں۔

ان دونوں کے پیچھے نہ کبھی نماز پڑھا ہوں نہ پڑھوں گا۔

راقم نے کہا بقول آپ کے ہم لوگ مشرک اور بدعتی ہیں تو ہمارے پیچھے نماز کیوں پڑھتے ہیں؟

موصوف کہنے لگے ہمارے علماء کہتے ہیں کہ بریلوی کے پیچھے نماز پڑھ لو، نماز ہوجائے گی۔

مَیں نے موصوف سے کہا کہ بریلوی کے پیچھے ہوجانے کا مطلب ہے کہ بریلوی حق پر ہے۔

موصوف خاموش ہوگئے، باتیں تو بہت ہیں سب کو کہاں تک لکھوں لیکن آگے کا حال ابھی قارئین کو اور سننا ہے کہ معاملہ کہاں تک پہنچا اور نتیجہ کیا نکلا۔

ہماری گفتگو کے دوران ہم دونوں میں تلخ باتیں بھی ہوجاتی تھیں، بحث ومباحثہ اور قیل وقال کا یہ سلسلہ سات سالوں تک چلتا رہا، سات سالوں کے بعد آٹھواں سال بھی شروع ہوگیا، ایک دن میں نے موصوف سے کہا کہ مَیں آٹھ سال سے آپ کو کچھ کہہ رہا ہوں، میری بات آپ کو سمجھ

میں نہیں آتی ہے؟۔

موصوف کہنے لگے جو باتیں آپ کہتے ہیں اور آپ کے علماء نے اپنی کتابوں میں لکھی ہیں وہ الزام بھی ہوسکتا ہے، اگر ہمارے علماء نے ایسی باتیں لکھیں ہیں تو ان کی کتابیں دکھائیے میں مان جاؤں گا،

میں نے کہا پکا وعدہ کرتے ہیں؟۔

موصوف نے کہا پکا وعدہ کرتا ہوں۔

میں نے کہا کل آپ کو کتاب یا کتابیں دکھاؤں گا۔

میں نے دن میں کلیان کی رضا لائبریری سے تین کتابیں لاکر ان صفحات کی نشاندہی کرلی، جن پر خرافات تحریر ہے، مغرب کی نماز کے بعد حسب دستور موصوف راقم کے کمرہ میں آئے تو میں نے ''فتاویٰ رشیدیہ'' ان کے ہاتھوں میں دیتے ہوئے کہا کہ پہلے ٹائیٹل پیج کو بغور متعدد دفعہ پڑھ کر یقین کرلیجئے کہ کتاب اور مصنف کا نام کیا ہے؟۔

موصوف چند منٹ کے بعد بولے کہ ہاں یہ کتاب مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب کی لکھی ہوئی ہے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔

میں نے کہا آپ کو یقین ہوگیا ہے تو لیجئے یہ صفحہ پڑھیے اور وہ صفحہ نکال کر میں نے موصوف کو بتا دیا، موصوف پر رحمت کی خاص ہوا چلنے لگی، لگا کہ موصوف پر ظلمت کا باب بند ہونے لگا اور روشنی کا دروازہ کھلنے لگا، ڈھائی سطر کی عبارت پڑھتے پڑھتے موصوف زور زور سے رونے لگے اور ان کی آنکھوں سے آنسو نکل کر ان کی داڑھی تک پہنچ گیا اور اسی حال میں موصوف اس ناچیز کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے، قیامت میں آپ کو اس بات کی گواہی دینی ہوگی کہ میں نے اس عقیدہ سے توبہ کرکے اہلسنت کا عقیدہ قبول کررہا ہوں، اس منظر کو دیکھ کر میری آنکھیں بھی نم ہوگئیں، یقیناً قیامت میں مَیں اس بات کی گواہی دوں گا، کچھ دیر کے بعد موصوف کو قدرے سکون ہوا تو کہنے لگے یہ کام تو آپ کو بہت پہلے کرنا چاہئے، ان کی اس معصوم ادا پر راقم کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ

گئی، مَیں نے کہا میرے، بہت پہلے کی بات تو چھوڑیئے ایک ہفتہ قبل تک تو آپ پٹھا پر ہاتھ نہیں رکھنے دیتے تھے تو یہ کام میں بہت پہلے کیسے کر دیتا؟ بہر حال موصوف کے حال کی خبر سے جماعت والوں میں کہرام برپا ہوگیا، اب جماعت والوں نے ان کی گھیرابندی کرنی شروع کردی، کوئی آکر کہتا آپ کو فلاں آدمی نے بلایا ہے تو کوئی کہتا آپ کو فلاں آدمی نے دعوت دی ہے، فلاں صاحب کو آپ سے ضروری کام ہے آپ ان سے مل لیجئے گا وغیرہ وغیرہ۔

وقت بہت ہی صبر آزما تھا ڈر تھا کہ کہیں وہ لوگ موصوف کو ورغلا کر پھر اپنی جماعت شامل میں نہ کرلیں اور ادھر کا ان کا راستہ بند نہ کردیں، لہٰذا ان پر نگاہ رکھنی پڑی، کچھ دنوں کے بعد موصوف نے کہا کہ مجھے کوئی ایسی کتاب دیجئے جس میں اعلیٰ حضرت کی مختصر سوانح ہو، آپ نے کس کس مسئلہ کے بارے میں کیا کیا کہا ہے، وہ لوگ کہتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خان صاحب بدعتوں کے بانی ہیں اس بات کی بھی صراحت ہو، مَیں سوچ میں پڑ گیا کہ ایسی کونسی کتاب دوں کہ جس سے موصوف کی تسلی ہوجائے، غور کرنے کے بعد راقم کی نظر نے ''فاضل بریلوی اور امور بدعت'' (از قلم مولانا محمد فارق القادری) کا انتخاب کیا، کتاب موصوف کو دی، وہ لے کر گئے اور تقریباً ۲۰؍دن کے بعد لے کر آئے تو قدرے غصہ میں تھے، دس قدم دور ہی سے بولنے لگے۔

جناب آپ لوگ صرف فاتحہ نیاز ہی کرتے رہ گئے، ارے باپ رے باپ! احمد رضا کی شخصیت اتنی بڑی شخصیت اور آپ لوگوں نے ان کا تعارف نہیں کرایا؟۔ اور نہ جانے کیا کیا بولے، میں خاموشی سے سنتا رہا ان کا بولنا بند ہوگیا تو میں نے کہا آپ کو اور کچھ کہنا ہے یا کہنا ہوگیا؟

موصوف کہنے لگے میں کیا کہوں کیا نہ کہوں، اتنی عظیم اور لائق تعریف شخصیت کا آپ لوگوں نے تعارف نہیں کرایا۔

میں نے پھر وہی بات دھرائی کہ میں آپ کو آٹھ سال سے کیا کہہ رہا تھا، کیا بتا رہا تھا، کیا سمجھا رہا تھا لیکن آپ سنتے نہیں تھے، سمجھتے نہیں تھے، توجہ دیتے نہیں تھے، پٹھے پر ہاتھ رکھنے نہیں دیتے

تھے، موصوف نے کہا چھوڑیئے ان باتوں کو اب مجھے کسی اچھے پیر سے بیعت کرائیے، میں نے کہا جب اچھے پیر کلیان میں آئیں گے تو آپ کو بیعت کرادوں گا پھر جب مفتیٔ ناناپارہ حضرت مولانا مفتی رجب علی قادری جب کلیان میں تشریف لائے تو موصوف ان سے بیعت ہوگئے، موصوف اب خیریت سے مسلکِ اہلسنت و جماعت پر قائم ہیں اور راقم کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو حق پر قائم رکھے، ان کے حق پر آنے کے بعد کئی مذبذب قسم کے لوگ حق پر آئے اور ابھی تک حق پر قائم ہیں اور حق کی تبلیغ کرتے ہیں، حق کہتے اور حق سناتے ہیں۔

چھبیسواں مطالعہ:

بدگمانی کی تیسری کہانی

ایک صاحب تبلیغی جماعت زدہ تھے، تین سے چار چلہ کئے ہوئے تھے، راقم کی آمد کے بعد راقم سے قریب ہوئے، کچھ نجی محفلوں کی گفتگو سے کچھ راقم کی تقاریر سن کر کچھ دنوں کے بعد صلاۃ وسلام میں کھڑا ہونے اور انگوٹھا بھی چومنے لگے، نماز بڑی پابندی سے پڑھتے تھے اور پڑھتے ہیں، ایک دن چند لوگ بیٹھے تھے اسی میں کسی نے نماز کے بعد مدینہ شریف کی جانب رخ کر کے صلاۃ وسلام پڑھنے کے متعلق مجھ سے پوچھا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے کیا کیا فضائل لکھے ہیں؟ تبلیغی جماعت زدہ وہ صاحب کو کسی چالاک اور عیار قسم کے کسی متفنی نے کہہ دیا تھا کہ اعلیٰ حضرت شیعہ تھے، موصوف کہنے لگے کہ میں نے سنا ہے کہ احمد رضا خان شیعہ تھے۔

میں نے کہا آپ کبھی بریلی گئے ہیں؟

موصوف کا جواب تھا نہیں۔

میں نے کہا! شیعہ کیا کیا کرتے تھے؟

موصوف کہنے لگے، محرم کا چاند دیکھ کر وہ لوگ اکثر کالا کپڑا پہنتے ہیں، تعزیہ بناتے، علم نکالتے اور ماتم کرتے ہیں۔

میں نے کہا! جس متفنی نے آپ کو فریب کے دریا میں گرایا ہے، اس سے پوچھئے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان شیعہ تھے تو آپ محرم کا چاند دیکھ کر کالا کپڑا پہنتے تھے؟ تعزیہ داری میں حصہ لیتے تھے؟ آپ تو پڑھے لکھے بھی نہیں ہیں کہ میں آپ کو کتاب دوں کہ اعلیٰ حضرت نے تعزیہ کے متعلق کیا کیا لکھا ہے، جس نے آپ کو بتایا ہے کہ اعلیٰ حضرت شیعہ تھے اس سے پوچھئے کہ وہ علم کے جلوس میں شریک ہوتے تھے اور ماتم کرتے تھے؟ اعلیٰ حضرت شیعہ تھے یا سنّی، اس کی تحقیق کے لئے سب سے بہتر طریقہ میں آپ کو بتادیتا ہوں، وہ یہ کہ آپ کسی جانکار شیعہ سے دریافت کرلیجئے کہ بتاؤ مولانا احمد رضا خان بریلی والے شیعہ تھے یا سنّی؟ آپ کو جواب مل جائے گا؟

موصوف نے دریافت کیا کہ نہیں، اس تعلق سے نہ انہوں نے مجھ سے کچھ کہا نہ میں نے ان سے کچھ پوچھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ شیعہ اہل سنت و جماعت کے خلاف کتابیں لکھیں، لکھتے ہیں اور لکھیں گے، ایسا نہیں ہے شیعہ، شیعہ کے خلاف کتاب لکھیں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ اگر شیعہ ہوتے تو شیعہ کے خلاف کتابیں نہیں لکھتے نہ ہی فتاوے دیتے، دیکھئے یہ فتاویٰ رضویہ ہے اس میں یوسف علی خاں صاحب بہادر، بڑودہ ناگروارہ گجرات سے لکھا تھا:

''کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اہلسنت و جماعت کو یہ جائز ہے کہ روافض (شیعوں) کو جامع مسجد یا غیر جامع مسجد کا متولی اور متصرف بنائیں اور ان کو اپنے ساتھ نماز میں شریک کریں اور جو مسلمان ایسا کریں ان کے لئے ازروئے شرع کیا حکم ہے؟''

آپ نے سوال سن لیا کہ لکھنے والے نے کیا لکھا ہے، اب اس کا جواب بھی سنئے، اور یہ بھی خیال رکھئے کہ اس سوال کا جواب بہت بڑا ہے، آپ کو بتانے کے لئے یہاں بہت ہی مختصر جواب سناتا ہوں:

جواب:

''اہل سنت کی کسی مسجد خصوصاً مسجد جامع کا متولی رافضی کو کرنا شریعت مطہرہ وقرآن واحادیث صحیحہ وفقہ حنفی کی رو سے اصلاً کسی طرح جائز نہیں حرام قطعی (یقینی) ہے، یہ روافض نہ اہل قبلہ ہیں نہ مسلمان بلکہ بالیقین کفار مرتدین ہیں، ردالرفضہ (رافضی کے رد میں) بکثرت کتب معتمدہ فقہ حنفی وعقائد اہل سنت سے ان کے کافر مرتد ہونے کے روشن ثبوت دیئے ہیں'' (فتاویٰ رضویہ جلد ششم، صفحہ ۵۲۶)

شیعہ کے تعلق سے جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی ایسا لکھیں وہ احمد رضا خاں شیعہ کیسے ہو گئے، کیا آپ کو سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ یہ اعلیٰ حضرت کو بدنام کرنے کی ان کے دشمنوں کی چال ہے، اس کے بعد سے موصوف نے کبھی اس موضوع پر کچھ نہیں کہا، چند سال ہوئے، بریلی شریف سے مفتی شعیب رضا خاں صاحب کلیان کے ایک پروگرام میں تشریف لائے تھے آپ نے تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں قادری کے لئے اپنی وکالت میں لوگوں کی بیعت لی اور بہت سارے لوگ بیعت ہوئے، اس جلسہ میں راقم بھی شریک تھا، پروگرام کے کل ہو کر موصوف نے کہا کہ رات میں بھی بیعت ہو گیا، میں نے کہا! سبحان اللہ بہت اچھا کیا، موصوف کہنے لگے لیکن شجرہ نہیں ملا، میں نے کہا! آپ اس کی فکر نہ کریں، حضرت تاج الشریعہ کا شجرہ میرے پاس ہے میں آپ کو دے دوں گا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہٗ سے بدگمان کرنے کے اور کئی واقعات ہیں جو لوگوں نے راقم کو بتائے ہیں ان سب کی یہاں پر گنجائش نہیں ہے، انشاء اللہ پھر کبھی ان کے تذکرے کروں گا۔

ستائیسواں مطالعہ:

خوفِ خدا نہیں

جب دل سے خوفِ خدا نکل جاتا ہے تو آدمی کسی کے بھی خلاف کچھ بھی کرتا، بولتا اور لکھتا ہے، اس لئے کہ اس کے دل میں کسی کا پاس وادب نہیں ہوتا ہے، دسمبر ۲۰۱۳ء کے وسط میں ''نظام آباد'' آندھرا پردیش سے جماعت اہل سنت اور مسلک امام اعلیٰ حضرت کی ایک مبلغہ کا فون آیا کہ نیٹ کی تحریر پر ایک سرخی ہے کہ اعلیٰ حضرت کی پانچ مرغوب غذائیں، سرخی کے نیچے تحریر ہے، الو، کوا، چمگادڑ، ٹڈی، طوطا اور ان نام کے سامنے سب پرندوں کی تصویریں بنی ہوئی ہیں، یہ معمہ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے، راقم نے موصوفہ سے کہا کہ یہ کسی دشمن کی سازش ہے اور نیٹ پر ایسا بہت ہوتا ہے کہ کسی کے خلاف کوئی کچھ بھی لکھ کر ڈال دیتا ہے، آپ پڑھی لکھی ہیں آپ مسائل سے واقف ہیں کہ اسلام میں کونسی چیزوں کا کھانا جائز ہے اور کونسی چیزیں ناجائز ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ پر یہ کتنا بڑا الزام ہے کہ ''الو'' آپ کی مرغوب غذا ہے لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكٰذِبِيْن ۔ اعلیٰ حضرت نے فتاویٰ رضویہ۔ جلد ہشتم، صفحہ ۳۶۵ تا ۳۶۸ پر اس سلسلہ میں طویل بحث کی ہے ''الو'' کے تعلق سے ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

''امام ابوحنیفہ وامام شافعی وامام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اتفاق ہے کہ ہر کیلے والا درندہ اور ہر پنجہ والا پرندہ جو دوسرے پر اس کیلے یا پنجے سے حملہ کرتا ہے، حرام ہے، اس کے لئے اس میں سنگدلی ہے، کہ وہ بے دردی سے مجبور ومغلوب کرتا ہے.....تو ایسی سنگدلی اس کے کھانے والے میں سرایت کرے گی، اور جب آدمی کا دل سخت ہو جاتا ہے تو کسی نصیحت کی طرف میل نہیں کرتا......اور آدمی سے گدھا ہو کر رہ جاتا ہے، مَیں کہتا ہوں یوں ہیں کتب طبّیہ

سے ثابت ہے کہ الّو کھانے والا آدمی سے الّو ہوکر رہ جاتا ہے والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ ایک جگہ اور تحریر فرماتے ہیں:

''غرض جب وہ شکاری جانور ہے تو اُس کے حرام ہونے میں اصلاً جائے کلام نہیں''

مولوی محمد ایوب صاحب سنبھلی، مراد آبادی کے سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

الجواب۔ یہ کوّے کہ ہمارے دیار میں پائے جاتے ہیں سب حرام ہیں، الّو حرام۔

چالبازوں نے چالبازی کی لیکن ان کی چالبازی چلی نہیں، نہ کبھی چلے گی، کیوں کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ پر کھلی تہمت اور جھوٹ ہے، اور جھوٹ کی حقیقت کے سامنے کوئی وقعت نہیں ہوتی اور جب وقعت نہیں ہوتی تو جھوٹ پر لوگ یقین کیسے کریں گے۔

چالباز نے حرام اور حلال کو ایک جگہ اکٹھا کیا ہے، حضرت ابن ابی اوفیٰ فرماتے ہیں، ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات غزوے کیے ہم حضور ﷺ کے ساتھ ٹڈی کھاتے تھے'' اس حدیث شریف کی شرح میں علامہ احمد یار خاں نعیمی تحریر فرماتے ہیں:

''ٹڈی حلال ہے، حضور کے سامنے صحابہ کرام نے کھائی ہے، مگر حضور ﷺ نے خود کبھی نہ کھائی، بلکہ فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی مخلوق ہے، مَیں نہ اُسے کھاتا ہوں نہ حرام کرتا ہوں'' (مرآت المناجیح، جلد۵۔ صفحہ۲۶۳)

چالبازوں نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ پر جھوٹی تہمت لگانے سے پہلے سوچ لئے ہوتے کہ ہم جو کرنے جا رہے ہیں اس میں ہم کامیاب ہوں گے؟ کیوں کہ حقیقت سامنے ہے اور جب لوگوں کی نگاہ حقیقت پر پڑے گی تو ہم پر تھوکیں گے، لیکن ظالموں نے بغیر سوچے سمجھے قدم اٹھا دیا، اعلیٰ حضرت کی فقہ میں بہت ساری کتابیں ہیں جن میں حقیقتیں آسمان کے سورج کی طرح چمک رہی ہیں، اعلیٰ حضرت نے ان چیزوں کے جائز یا ناجائز ہونے میں اپنی تحریر چھوڑی ہے؟ اور اعلیٰ حضرت کی مرغوب غذائیں کیا تھیں، اعلیٰ حضرت کے دشمنوں کو ان کی خبر نہیں ہے، وہ تو دشمنی اور حسد کی آگ میں جل رہے ہیں، بس جلنے والوں کو جلنے دیجئے، بکنے

والوں کو بکنے اور اپنا گریباں پھاڑنے دیجئے، اعلیٰ حضرت، اعلیٰ حضرت ہیں اور اعلیٰ حضرت ہی رہیں گے، لوگ حقیت کو خوب سمجھتے ہیں، اپنا الّو سیدھا کرنے کے لئے شاطر قسم کے لوگ بہت سارے حربے استعمال کرتے ہیں، یہ مذہب کی آڑ میں سیاسی یا منافقانہ حربے ہیں، دنیا داری کے پردے میں دین داری کی خو ختم ہوتی جا رہی ہے، اور دین داری کے پردے میں دنیاداری کی عادت بڑھتی جا رہی ہے، ایسا کر کے لوگ اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے والوں نے لکھا ہے کہ اعلیٰ حضرت وجیہہ، خوبصورت، حسین وجمیل تھے، لیکن دشمنوں نے عرصہ پہلے لکھا کہ اعلیٰ حضرت بالکل کالے کلوٹے تھے، اب چالبازوں نے ایک داڑھی کترے کالے شخص کو نیٹ پر ڈال کر لکھ دیا کہ یہ اعلیٰ حضرت کی جوانی کی تصویر ہے، جسے آپ سے چھپا کر نکالا گیا تھا، نیٹ پر تصویر ڈالنے والے سوچتے ہیں کہ ہم نے بہت بڑا کام کر دیا ہے کہ اعلیٰ حضرت سے لوگوں کو متنفر کرنے کے لئے ہمارا یہ حربہ کامیاب رہے گا لیکن چالبازوں کو اس میں بھی کامیابی نہیں ملے گی، اعلیٰ حضرت کی شخصیت ایسی شخصیت ہے کہ آپ کی شخصیت پر حملہ کرنے والے نہ جانے کتنے قبر میں سو گئے اب ان کی قبر کا بھی پتا نہیں ہے لیکن اعلیٰ حضرت کی شہرت میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے، بہت ساری خانقاہوں کے سجادہ نشین حضرات اپنے آباواجداد کے متعلق لکھتے اور لکھواتے ہیں لیکن وہ شہرت حاصل نہیں ہوئی نہ ہوتی ہے جو شہرت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ کو حاصل ہے، آج کل ایک بیماری یہ بھی پھیل رہی ہے کہ جو اعلیٰ ت کے تئیں کچھ بھی نہیں کرتا ہے وہ بھی ناشرِ مسلکِ اعلیٰ حضرت لکھتا ہے اور کچھ لوگ تو مسلکِ اعلیٰ حضرت کو نقصان پہنچا کر بھی مسلکِ اعلیٰ حضرت کے حامی وناصر وناشر لکھتے ہیں، کچھ لوگ ایسے بھی ملیں گے جو پیٹ بھرنے کے لئے ناشرِ مسلکِ اعلیٰ حضرت بنے ہوئے تھے اور جب پیٹ بھر گیا تو باغی ہو گئے، اب کس پر یقین کیا جائے کہ کون کیا ہے، بہر حال حق، حق ہے، حق اپنا راستہ خود ہی نکال لیتا ہے۔

اٹھائیسواں مطالعہ:

انتشار ہی انتشار

آج کے دَور میں لوگ احساس ہی نہیں کرتے...... بلکہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں... کہ شر وفساد کی.... فتنۂ فجار کی.... کردارکشی کی.... نفسِ امارہ کی.... کینہ وبغض کی.... نفس پرستی کی.... حسد کی ....عیب جوئی کی.... اور ہمہ دانی کی آگ ہمارے معاشرے وسماج میں دَوڑ رہی ہے.... دَوڑ ہی نہیں رہی ہے... بلکہ عظیم مرتبے والوں... رتبے والوں.... عزت والوں.... وقار والوں کے مرتبے کو.... رتبے کو.... عزت کو.... وقار کو.... دن دہاڑے جلا رہی ہے.... آگ بجھانے والے دُور دُور تک نظر نہیں آتے ..... تماشائی امنڈے پڑے ہیں.... جائے افسوس پر ان میں افسوس کرنے والے چند ہیں.... قہقہہ لگانے والوں کی منظّم ٹولی ہے.... جلانے والے گنہگار ہیں تو.... جلنے والے بھی بالکل پاک نہیں ہیں.... جلنے والوں نے چنگاری کو ہَوا دی.... تو جلانے والوں نے ایسی پھونک ماری کہ آگ بھڑک اٹھی..... یہ کھیل تو عوام کا تھا.... اب اس کھیل میں علما، فضلا، پیرانِ عظام، مرشدین کرام، دانشورانِ قوم، مفکرِ ملت سب کے سب مورچہ سنبھالے ہوئے ہیں.... جلنے اور جلانے والے دونوں کے مفاد پرست.... چاپلوس.... عقیدت مند سب کے سب ہوا دے رہے ہیں.... عقیدت مند کچھ ایسے بھی ہیں جو اپنے دل کی بھڑاس نکال رہے ہیں.... تقریری و تحریری اس جنگ میں ان لوگوں کی حقیقت کھل کر سامنے آگئی ہے.... جلنے اور جلانے والوں کے عقیدت مند نے نئی نئی باتوں کو سن کر اپنی عقیدت مندی سے توبہ کر رہے ہیں.... سوچئے اور غور کیجئے کہ یہ بھی عذابِ الٰہی تو نہیں ہے؟۔

ایسا لگتا ہے کہ اب لوگوں سے پردہ پوشی کی صفت ختم ہوتی جا رہی ہے.... اگر پردہ پوشی کی صفت قائم ہوتی تو برسوں کے گڑے ہوئے مردے نہیں اکھیڑتے..... ہاتھ تھام کر محبت ووفا کی قسمیں

کھانے والے بغیر کفارہ دیئے ہوئے اپنی قسمیں توڑ رہے ہیں..... عہد وپیماں کے شامیانے گرا رہے ہیں.... روٹھی ہوئی منکوحہ کی مانند ایک کنارے لگ کر کھلے باب کو بند کر کے باب پرصلح کلیت کے قفل لگا رہے ہیں..... جن کے نام کی روٹی کھا کر جوان ہوئے اب انہیں کے نام سے بیزار ہو رہے ہیں۔

وجہ؟

دل کسی اور سے لگ گیا، پیار کسی اور سے ہو گیا ہے۔

لیکن چالاکی یہ ہے کہ حقیقت پر پردہ رکھ کر کہتے ہیں کہ ہمارا دل دریا ہو گیا۔

اچھی بات ہے، لیکن اس دریا کا پانی کیسا ہے؟

دل والے کہتے ہیں کہ صاف اور شفاف ہے.... لیکن اس کے پرکھنے والے کہتے ہیں کہ گندہ اور نہایت ہی گندہ ہے.... اتنا گندہ ہے کہ اس پانی میں بدبو پیدا ہو گئی اور بدبو دُور تک پھیل گئی ہے۔

کچھ لوگ سوال کرتے ہیں کہ وہ پانی صاف کیسے ہوگا اور بدبو دُور کیسے ہوگی؟۔

سوال اہم ہے، جواب دینے کے لئے غور ہو رہا ہے، فکر کی جا رہی ہے۔

ایک صاحب نے مسکرا کر کہا بارش ہونے دیجئے..... پانی صاف ہو جائے گا اور بدبو دُور ہو جائے گی.... اس کے لنگوٹیا یار نے کہا کہ دل کے دریا کا پانی آسمانی بارش سے نہ صاف ہوگا نہ اس کی بدبو دور ہوگی۔

تو پھر کیسے دُور ہوگی؟

لنگوٹیا یار نے کہا! ان کے حال پر اور مال پر جب قحط سالی آئے گی اور اُس قحط سالی سے جب دریا خشک ہوگا.... جب جا کر اس کی بدبو دور ہوگی.... تم کو معلوم نہیں ہے کہ سانپ اور بچھو جاڑے کے موسم میں متقی اور پرہیزگار ہو جاتے ہیں.... یہ ٹھنڈی میں نہ کسی کو کاٹتے، نہ ڈنک مارتے ہیں۔

اسی طرح سے الف بنے ہوئے لوگوں کے مال اور حال پر جب قحط آئے گا تو وہ خود بخود پارسا

ہو جائیں گے، اسی فارمولے پر انسان کی روش درمیانہ رہتی ہے، کمی ہوتی ہے تو خطا ہوتی ہے، بڑھتی ہے تو گناہ ہوتے ہیں، اکثر لوگوں کی دولت جانوروں کی سینگ کی مثل ہے کہ وہ خوبصورت ہے لیکن اسی سے لوگوں کو نقصان بھی پہنچتا ہے، اللہ تعالیٰ فرعونی خصلت سے بچائے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خصلت سے نوازے (آمین)

انتیسواں مطالعہ:

نفس کی نیابت کے واقعات

یہ مطالعہ اٹھائیسواں مطالعہ سے ملا ہوا ہے....تو یہ مطالعہ صرف خانہ پُری کے لئے ہے .... یا بیکار یونہی دل بہلانے کے لئے ہے؟ نہیں ایسا بھی نہیں ہے.... بلکہ اس مطالعہ میں ہم اپنے قارئین کے سامنے کچھ دلچسپ واقعات رکھتے ہیں.... بات اہل سنت بنامِ بریلوی، رضوی، اشرفی وغیرہم کی ہے.... اِس دور میں پیدا ہونے والے کچھ بچوں کے پیدا ہوتے کے ساتھ ہی اُن کی آنکھوں پر عینک لگ جاتے ہیں.... عینک لگا کر جب وہ سلسلہ اشرفی میں داخل ہو جاتے ہیں تو ان کو قائدِ اہلِ سنت، امام احمد رضا خاں قادری برکاتی کی ذات میں خامیاں نظر آنے لگتی ہے.... کچھ سلسلۂ رضوی میں پہنچتے ہیں تو ان کو اشرفی پیروں میں برائیاں نظر آنے لگتی ہیں.... اب بتائیے کہ یہ نفس کی نیابت پر عمل کرنا ہے کہ نہیں؟۔

کلیان سے ۲۸ گھنٹے کا سفر کر کے راقم ایک مقام پر پہنچا.... وہاں نہانے دھونے اور ناشتہ وچائے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد میرے لڑکے حافظ وقاری محمد قمر رضا سلمہٗ نے اپنا موبائیل اُون کر کے کہا کہ ابو یہ تقریر سنئے!.... مقرر کی تقریر کے الفاظ یہ ہیں .... ''میں نہیں مصباحی ہوں، اُصولاً میں نہ منظری ہوں، نہ مظہری، میں صرف اور صرف نوری ہوں.... یعنی حضور مفتی اعظم ہند سے نسبت رکھتا ہوں.... آج کے ماحول میں آج کی دنیا میں بلاشبہہ بریلی ہمارا مرکز

ہے، مگر ''مرکز کا معنی ''اعلیٰ حضرت سے مفتی اعظم ہند تک'' .... پیر کے تئیں ایسی عقیدت کی باتیں سن کر کہ مَیں صرف ''نوری'' ہوں، رشک ہونے لگا لیکن راقم جب کلیان آیا تو ایک محفل میں یہ تذکرہ نکل آیا.... ایک مولانا صاحب تڑپ کر کہنے لگے یا اللہ پھر وہ نوری کیوں نہیں لکھتے ہیں؟ یہ کیا ہے، مَیں اُس مقرر صاحب کا دولت خانہ دیکھے ہوا ہوں.... جس کی پیشانی پر ''رضوی منزل'' لکھا ہوا ہے.... دوسری بات یہ ہے کہ فلاں فلاں کتاب میں دیکھئے لکھا ہوا ہے کہ وہ اصولاً کیا ہیں؟ دیکھا تو وہ ''مظہری'' نکلے، جانے دیجئے ان باتوں کو، اب یہ دیکھئے کہ ''اعلیٰ حضرت سے مفتی اعظم ہند تک ہی بریلی مرکز تھا'' تو اب مرکز کہاں ہے؟

اس کا بھی تو اعلان ہونا چاہئے، اعلان کیوں نہیں کرتے؟

بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

مذکورہ مقرر صاحب نے تو بڑی دانشمندی سے رزم گاہ میں اترے.... لیکن کچھ لوگوں نے ہمت کی اور سیدھے دھما کہ کر بیٹھے.... ایک پیر صاحب بحیثیت مقرر کے پسینے میں تربتر ہو کر کہہ اٹھے .... ''الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور''، ضلع اعظم گڑھ کو چندہ دینا حرام ہے.... اُسی جلسے میں ایک مصنف کی ایک کتاب کے نسخوں کو ضبط کرنے کا حکم دیا اور ان کے ماننے والوں نے کتاب کی تقریباً سو کاپیوں کو ضبط کرلیا.... داد دینے والوں نے مولانا کو داد دی... میدانِ کارزار گرم ہوا تو ایک دوسرے صاحب نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا ''الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور''، ضلع اعظم گڑھ ''گمراہیوں کا اڈہ ہے''۔ جوابی کاروائی کرتے ہوئے ایک صاحب کے جملے رضویوں کے دلوں کو چکنا چوڑ کرنے کے لئے یہ ہیں ''مَیں نبی ﷺ اور آلِ نبی کے علاوہ (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے) کسی خاں پٹھان کو نہیں جانتا''۔

جنگ کی اس شدت سے سہم کر ایک ماہنامہ کے مدیر صاحب جو اپنے رسالہ کی پیشانی پر ''مسلکِ اعلیٰ حضرت کا ترجمان لکھتے تھے'' ہٹا دیا اور اپنے موبائیل کے رینگ ٹونس کی آواز

"وہ مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" کو بھی بند کر دیا....اس بات پر کچھ لوگ افسوس کر رہے ہیں اور کچھ حضرات تالیاں بجا رہے ہیں....آگے دیکھئے! کونسا باب کھلتا ہے اور کونسا باب بند ہوتا ہے....ہم تو یہی کہتے ہیں کہ اللہ کرے کہ کوئی بدگمانی کا....شرارت کا....سقاوت....توہین کا....تنقیص کا....تنقید کا....عیاری کا....مکاری کا....نفسیات کا....نفسِ امارہ کا باب نہ کھلے....اور کھلے تو اچھے گمان کا....ادب کا....احترام کا....عزت کا....سعادت کا....محبت کا، مروت کا....آباء واجداد کے مسلک ومشرب کے زندہ آباد کا باب کھلے۔ (آمین)

اسی تناظر میں ڈاکٹر شکیل اعظمی صاحب نے کہا ہے۔

دُوریاں ختم کریں، بغض وحسد کو چھوڑیں
اپنوں ہی کے لئے یہ جنگ کا نعرہ کیسا
ضائع کرتے ہیں بلا وجہ توانائی کو
صَرف ملت کے لئے ہو تو، ہو نقشہ کیسا
اہلِ سنت کا ہے آئینہ، رضا کا مسلک
مانتے سب ہیں، تو پھر اس میں الجھنا کیسا
ہائے افسوس کہ ہم مذہب وہم مسلک پر
دَور تفریق وعداوت کا یہ آنا کیسا

☆☆
☆
☆☆